



درجہ حقوق بحق سلب شد محفوظ ہے

بہارِ بکھنوی

مکتبہ

خیر نعمانی الہ آبادی

ناشر

میخانہ اردو، دریائے گنج دہلی

قیمت ایک روپیہ

(مطبوعہ کمال ہند پریس کچھ میر عاشق دہلی)

بار اول ۱۰۰۰



حضرت بهزاد لکھنوی

افسانہ دل

کسی نے مجھ کو آواز دی یا یہ میرے ضمیر کی آواز تھی

دورِ حاضرہ کا ذوقِ شعر و ادب پروانِ چرخہ چکا ہے یا ابھی تک
تشنہ ہے اس بحث کو میں دانستہ نظر انداز کئے دے رہا ہوں۔ لیکن اتنا
ضرور ہے کہ جوانی کی رعنائیاں جس طرح بڑھاپے کی حسرت بدوش جھڑپوں
میں جذب ہو کر فنا ہو جاتی ہیں۔ بالکل اسی کے مصداق آج ہمارا ادب
اور صنعتِ شعر و سخن ہے اس کمزوری کے کئی اسباب و علل ہیں۔ لیکن
میں تمام اسباب کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف اس قدر عرض کرنا ضروری
سمجھتا ہوں کہ موجودہ وقت میں اُوبار اور شعراء حضرات کے باہمی نتائج
نے ادب و صنعتِ شعر کو جو نقصانات پہنچائے ہیں اس کی مکمل تلافی
ہو جانا اگر ناممکن نہیں تو قریب قریب دشوار ضرور ہو گیا ہے۔

اُدوئے معلیٰ کی بیکی ہمارے خوفناک مستقبل کا مکمل ثبوت ہے
کاش ہم میں سے کوئی مصطفیٰ اکمال سا مجتہدِ زمانہ و غازیانہ جذبہ لے کر اُٹھے
اور رقیبانِ ادب کو پچانسی پر چھڑا دے۔

اس دور کا ادیب یا شاعر میری نظر میں قطعی لطافت اور پاکیزگی سے دور ہو چکا ہے۔ لیکن مدد و دے چند کو چھوڑ کر کاش کہ ہم ضمیر کی قدری آواز پر کان رکھتے اور ضمیر ہی کی آواز کو اپنا رہنما تصور کرتے؟ "احساس گناہ بعد از گناہ یا قبل از گناہ" تاریکی کے مرکز سے اگر کوئی تھے ہم کو ہٹا سکتی تھے تو وہ صرف جذبہ معصومیت ہے۔

صلاح عام ہے یا رانِ نکتہ دان کے لئے

شب کو بچھلے پہر ڈوبتے ہوئے تاروں کی آفت تابانی پر بھی ایک نظر۔ شرارِ بوالہبی "سینہ کفر و ظلمت میں ایمان کی آگ لگا سکتا ہے تو فی الواقع معصومیت کا ملکوئی جذبہ مرکز معصیت پر چمکتے ہوئے۔۔۔ گستاخوں کی تصویر سامنے لا سکتا ہے۔ خدا کرتا کہ معصوم بنی نوع انسان معصوم ہی رہتا؟ میرے نزدیک دو انسان جو کہ معصوم اور عیوب سے منزہ زندگی کا حامل ہے وہی دنیا کی تمام و کمال دلچسپیوں سے قریب تر ہے۔ کاش کہ ہمارے لئے عجائبات ہی افزائشِ ذوق کے سبب ہوتے؟

کس قدر قابلِ افسوس حالت ہے ہمارے مصلحینِ ادب اور علمبردارانِ ہندوستان کی کبھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا کہ ہمارے فرائض کیا ہیں اور ہم کیا کر رہے ہیں چنانچہ یہ ہے وہ نکتہ جس پر میری تمام تر نظریں مرکوز ہیں۔ اس نوعیت سے ہندوستان کے تمام کامیاب ادباء و شعراء حضرات پر حضرت

بہر او کو میں ترجیح دیتا ہوں۔ موصوف کا فطری اور انہی جذبہ ہے، خدمت
 ادب۔ یہ ایک ایسی پیش بہانہ ہے جس کی قیمت کسی طرح بھی ادا نہیں
 کی جاسکتی تھی تو یہ ہے کہ خلوص ہی جاوہ تسلیم کی رہنمائی کرتا ہے اور اسی
 سے جنت اور جہنم بنتی ہے۔ قبلہ بہر او صاحب کے علاوہ شاید آپ لوگ
 اس قسم کی دوسری مثال نہیں پیش کر سکتے۔ جس نے مبتدیان ادب کی
 دلجوئی اس قدر فراغ قلبی کے ساتھ کی ہو، یہ دیکھئے شعر و ادب کا کامیاب
 مصوّر ترویج ادب کے لئے چند نوجوانوں کی مجلس میں میر مجلس بنا بیٹھا اپنے
 انہی خلوص اور شاعرانہ لطافت کی داد لے رہا ہے

آخر نعمانی نظامی

سرسری نظر

جناب لطیف الرحمن صاحب سپارٹس ہلوی | صرف نعت شریف کہتے ہیں حب نبی اور
عرفان احمدی کا قابل صدر شک عنصر آپ کے کلام میں موجود ہے۔

جناب محمد واحد یار خان صاحب مضطر را پیوی | آپ شاعر ہونے کے ساتھ
ساتھ کامیاب ادیب بھی ہیں۔ موصوف کے لئے شاعری انلی عطیہ ہے۔ دہلی
کلاسیک بلز کی دھواں دھار فضا میں رہ کر شعر کہنا اگر سحر نہیں تو حیران کن ہر ضرور
مضطر جدت اور رنگینی کے ساتھ سراپا کرب ہے اور سوز ہے۔

جناب محمد الیاس صاحب سید بریلوی | شاعری کے جزو خاص۔ محاکات
سے ملو نظر آئیں گے۔ شعر رنگ فطرت میں جذب ہو کر کہتے ہیں۔

جناب سید وقار حسین صاحب خمار لکھنوی | لکھنؤ کے تصنیفات سے نچ کر
شعر کہتے ہیں۔ زبان کی سادگی کے ساتھ ندرت اور مفہوم کی جامعیت آپ
کی ذہانت کا مکمل ثبوت ہے۔

جناب سید علی ضامن صاحب ضامن بھرتپوری | آپ گیت بھی کہتے
ہیں۔ چار گیت بھی میں نے لے لئے ہیں۔ رومان ملک شاعر ہیں۔

دور نظامی صاحب عظیم آبادی | شاعر ہونے کے علاوہ کامیاب ڈراما نویس بھی
ہیں طبیعت میں انتہا درجہ جدت اور رنگینی ہے۔ برہنگی و معنویات موصوف کا حصہ

زمانہ عصر

حضرت بہار اللہ کی کتابیں

مدینہ کے قرباں مدینہ چلو

مدینہ کے قرباں مدینہ چلو
کہاں تک یہ تشنہ لبی دام
وہ فردوسِ کامل یہ نارِ تمام
کہاں تک اٹھاؤ گے دُوری کا غم
یہاں تو نہ جائے گی جامہ دری
مدینہ کی جانب مدینہ کی سمت
بہت مرچے اب تو بیٹے چلو
چلو آبِ زمزم کو پیئے چلو
ہمیں آ رہے ہیں پسینے چلو
سینے سے چھوٹو سینے چلو
وہاں چاک دامن کو سینے چلو
ہر اک دن چلو ہر سہینے چلو

یہاں تو نہ بہرِ آدِ پاؤ گے چین
حری بات مانو مدینے چلو

خدا یا دکھاوے دیارِ مدینہ

خدا یا دکھاوے دیارِ مدینہ
جسے دیکھئے ہے وہیں کافدائی
مرا دل ہے مضطر مر سیاں ہے مضطر
کبھی خواب ہی میں مدینہ کو دیکھو
میری کشتِ دل ہلے سوکھی پڑی ہے
خدا کی قسم اُس کو حامل سکوں ہے
کہ دل ہے مرا بے قرارِ مدینہ
عجب پر فضا ہے بہارِ مدینہ
کرم کیجئے شہرِ دیارِ مدینہ
نگاہوں کو ہے انتظارِ مدینہ
اوس کو بھی ابر بہارِ مدینہ
وہ دل جو ہے بے قرارِ مدینہ

مدینہ ہی جا کے میں بہرِ آوازاں دوں
کہیں لوگ مجھ کو تبارِ مدینہ

G. U. L. Patna.

کتابتِ اردو لاہور

۱۹۳۸

شاہِ عرب ہو مالکِ کون و مکان ہو تم

شاہِ عرب ہو مالکِ کون و مکان ہو تم
 ہر در و مند شاد ہے ہر در و مند خوش
 جمست تمہاری غام ہے ہر خاص و عام پر
 وہ کونسا ہے راز جو تم پر عیاں نہیں
 غیروں پر بھی کرم ہو یگانہ و نہ بھی کرم
 فتنے بھی جانتے ہیں ستارے بھی ہیں گواہ
 ہر جگہ کیسے دیکھ دینے تمہیں نصیب
 بہزاد کچھ تو صبر کرو کیوں تپاں ہو تم

ہو گی ضرور دید دینے تمہیں نصیب
 بہزاد کچھ تو صبر کرو کیوں تپاں ہو تم

ہر اک شے سے ظاہر انہیں کا نشان ہے

ہر اک شے سے ظاہر انہیں کا نشان ہے
 انہیں کے لئے ہے یہ سار کی خدائی
 اسے قافلے والو مڑ کر تو دیکھو
 نہ پوچھو ذرا اپنے دل میں تو دیکھو
 مدینہ کی دنیا ہے سب سے نرالی
 مرا حال دل پوچھ لو جس سے چاہو
 یہ محمد سے نہ پوچھو مدینہ کہاں ہے
 انہیں کے لئے یہ زمین و زمان ہے
 کوئی اور بھی تو پس کاڑاں ہے
 مدینہ کہاں ہے مدینہ کہاں ہے
 وہاں کا ہر اک ذرہ خود آسمان ہے
 جو سب کے ہنساں بھان سب پر عیالی ہے

رٹوں کیوں نہ بہر آویں نام یثرب
 کہ میں تو یہاں ہوں مراد لٹاں ہے

زندگی بھری ہوں مدہوش امان سول

زندگی بھری ہوں مدہوش امان سول
بے انتہی کفایت عالی کائنات میری کائنات
اہل عالم کو بھی اس پر نہیں تاب زان
کیوں نہ اس خیر الہی پر جان و ترن و آرزو
پاک آنکھیں چاہئے ہیں دیدِ حضرت کیلئے
یا الہی ہر سہ پہر سے نہ امان سول
میرے دنیا میری جتنی دنوں قربان سول
مشکل مان خداوند کی ہر زمان سول
شہر میں ہو کازمانہ زیرِ امان سول
کیا کروں اے شوق دیدئے تباہ سول

میں منطاق ہی نیاری بھی ہوں بہرِ ادریس
مجھ کو ہے غمِ غلامی غلامانِ رسول

مکتبہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند

میں نے اس کو اپنی سب سے قیمتی چیز دے دی ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

کتابخانه عمومی مسجد جامع اصفهان

کلمہ بہرہ راجہ جو مستقیم درستی والا

روئے بھی ہر شے مستغرق ہو رہے ہیں

پہلی قسم کی پستی

مجلس شورای ملی

تبریز - ۱۳۰۵

بسم الله الرحمن الرحيم

دل کو پھر دل سے پہنچا

مجلس ۱۲۸۸

تو نے دیکھ لیا ہے کہ آؤ تیریں کا عشق

اس کا پتہ: مدرسہ اسلامیہ، مدرسہ اسلامیہ، مدرسہ اسلامیہ

مری آرزو ہے مدینہ کا ارمان

مری آرزو ہے مدینہ کا ارمان
 نہیں کون ہیں رشتہ محترم
 میں لے حسرت و ہر تجھ کو کروں کیا
 میں ساقی ترا جام سے کیا کروں گا
 مری زندگی ہے مدینے کی خاطر
 میں نہر سے بہا ہے عشقِ نبی ہوں
 مری جستجو ہے مدینے کا ارمان
 غرض چار سو ہے مدینہ کا ارمان
 میرے روبرو ہے مدینے کا ارمان
 کہ میرا سب سے مدینے کا ارمان
 مری گنت گز ہے مدینے کا ارمان
 مری باؤ ہو ہے مدینے کا ارمان

میں بہر اوستہا نہیں ہوں رشتہ

غرض کو بکوبت مدینے کا ارمان

شاہ زیب شہ زماں و دول چہاں کے تاجدار

شاہ زیب شہ زماں و دول چہاں کے تاجدار
 چشم نظر کی آرزو تری نہیں ترا دیار
 دیکھ ہنر چشم بدست نہیں سکے تہا پر
 برکت ہر فیض و جود سے ہنگیاد جلال
 باد کی دیہاں پر تو واقف کز نوک ہر تو
 کز تو باہر یہاں پر و ذریعہ کہ آسماں
 میرے دیار کے لئے اپنے قرار کے لئے
 تیرا نام پر فدا دل سے نام پر شمار
 جن و بشر کی سجد گاہ تیرا مکاں تیرا
 تری ہمت کی شمیم تیرا چین تری بہار
 تیرا حسین کر بلا وارث تیغ ذوالفقار
 دھڑکارا زواں پر تو کل کالتوی ہر راز دا
 تیرا کرم عیاں عیاں تھی عطیہ اشکار
 چشم و نظر ہیں مضطرب قلب جگر ہیں سحر

تو تو یہ جان سناں تو ہی ہے جان عارفان

تو کی زبان تری زبان حق ہی تجھی ہیں اشکار

کے پانچواں اور چھٹے کی باتیں

کے پانچواں اور چھٹے کی باتیں	کے پانچواں اور چھٹے کی باتیں
کے پانچواں اور چھٹے کی باتیں	کے پانچواں اور چھٹے کی باتیں
کے پانچواں اور چھٹے کی باتیں	کے پانچواں اور چھٹے کی باتیں
کے پانچواں اور چھٹے کی باتیں	کے پانچواں اور چھٹے کی باتیں
کے پانچواں اور چھٹے کی باتیں	کے پانچواں اور چھٹے کی باتیں
کے پانچواں اور چھٹے کی باتیں	کے پانچواں اور چھٹے کی باتیں

کے پانچواں اور چھٹے کی باتیں

کے پانچواں اور چھٹے کی باتیں

نہ پوچھو کہ کیا ہیں مدینے کی گلیاں

نہ پوچھو کہ کیا ہیں مدینے کی گلیاں
ہر اک ذرہ پر ماہِ انجمِ تقدیر
وہاں کا ہر اک ذرہ مشکلِ کتاب ہے
چہرِ صبری جھک جھک کے یہ کہری ہے
وہاں جا کے خالی نہیں کوئی آتما
نگاہیں ہیں بے تاب دیدارِ مدینہ
یہ تیسے سارے ہجرِ نبیؐ کو بستادو
ہو ساز و سامان کی حاجت نہیں ہے
کسی کا پتہ نہیں مدینے کی گلیاں
بڑی پڑھیا ہیں مدینے کی گلیاں
ہر آسمان ہیں مدینے کی گلیاں
ہر مدعا ہیں مدینے کی گلیاں
بڑی پڑھیا ہیں مدینے کی گلیاں
نظر کی دوا ہیں مدینے کی گلیاں
کہ وہاں الشفا ہیں مدینے کی گلیاں
اگر دیکھنا ہیں مدینے کی گلیاں

ہیں بہزاد وہ ہند کی کر رہا ہوں
کہ جس کا ہمارا ہیں مدینے کی گلیاں

نظم

حاجیوں سے خطاب

میرے جاؤ تو اتنا پیغام کہہ دینا
 چھپ چھپ کر گنگناتے ہیں راتوں رات
 مسلسل آگے سرگم کرتے ہیں لشکرِ جنگ
 یہ کہتا ان سے کہ تمہارے بندہ دُنیا سے
 چھپا سکا کہنا نہ پانچویں غنوارِ دربار
 ضرور کہنا کہ جہاں میں ہے نہ سب بجا
 یہ کہنا بھول گئی ہیں کہ پیش گوئی بہر
 کہ بندہ تیرے سے نہیں آگے نکلا
 غیبِ بزرگ کے قریب ہیں مشرک کہہ دینا
 درجہ بزرگی تو چھپتا ہے ہر جگہ
 ظنون و گمان پہ ہے نہ تیرا اہل
 جو تم سے دیکھتا ہے سب راگِ سودنا
 یہ کہنا بدستِ بزرگ ہے ہر جگہ
 ادب کے ساتھ تو پہنچے سب راگِ سودنا

جو تجھ سے پوچھیں کہ وہ کون شخص ہے بتا
 تو ان سے چھپکے سے پہر آزاد نام کہہ دینا

الحمد لله رب العالمين
والصلاة والسلام على
سيدنا محمد وآله الطيبين
الطاهرين
البررة

غزلِ لیاقت

جوشِ دہشت پر درِ حیرت دیکھتا ہوں

تو گہرا کے اُن کی نظر دیکھتا ہوں

خدا جانے کس کی تمنا ہے مجھ کو

ادھر دیکھتا ہوں اُدھر دیکھتا ہوں

تمہارے ہی جلوے نظر آرہے ہیں

مجھے کیا خبر ہے کدھر دیکھتا ہوں

تمہارے ہی آنے سے بدلا ہے عالم

کہ شب میں نمودِ حیرت دیکھتا ہوں

تری بزم میں آ کے کیا ہو گیا ہے

میرا رہ رہ کے سب کی نظر دیکھتا ہوں

کئے جا رہا ہوں میں ہر جا پہ بندے

نہ دُشمن نہ دوست نہ سنگ در دیکھتا ہوں

مجھے ہوش آئے تو بہ سزا دیکھو نہ

انہیں ہر طرف جلوہ گر دیکھتا ہوں

مرے حال پر بے بسی رُو رہی ہے

نہ ہے زندگی زندگی رُو رہی ہے

عجب حال میں ہے شکارِ محبت

کہ غمِ ہنس رہے ہیں خوشی رُو رہی ہے

پلا ساقیا کوئی جامِ محبت

مری روح کی تشنگی رُو رہی ہے

مری زندگی کل ہی گریاں نہیں تھی

مری زندگی آج بھی رُو رہی ہے

وہ حسرت جسے تم نے ٹھٹھکا دیا ہے

وہی غنیمت کی ماری وہی رُو رہی ہے

بڑی دیر سے غنیمت میں کھویا ہوا ہوں

بڑی دیر سے زندگی رُو رہی ہے

آہِ رازِ بے سزا دہنسا ہے رونا

ہنسی اب کہاں ہے ہنسی رُو رہی ہے

بدلتا ہے جس سے زیست کا فنوں پیر سے

و من و کر لیا ہے گریبان ترس سے

دل کا کیا ہے خون جس کا کیا ہے خون

کیا کیا کیا ہے اسے غم جاناں ترس سے

قیمت ہیں یوں لکھا ہے مٹائے زحمت سے

پتھر ناپا ترس ہے پاک گریبان ترس سے

ہر گوشہ لڑک ہے ترس ۱۰ اسٹاپس

ہر گوشہ لڑک ہے ترس ۱۰ اسٹاپس

کیا بے کس نیست ل ہیں ایسا کیا

بہر چہ بہ بہ ترس ہیں کے مشہور ترس

مپ کو نہ دیکھو ورنہ ترس داناں کو دیکھو

یہ کل ترس ہے ترس ترس

شاید اس کا ہر ترس ترس زندگی

نہ او دیکھتی نہیں گریبان ترس

یہ بھی تو ان کا ہے کرم مجھے وہ باخبر نہیں

کیا یہ ہیں اپنا حال دل اُن سے کہوں مگر نہیں

اب تو یہ دس نہیں اور دل اب یہ نظر نظر نہیں

پہلے سے اب وہ ہم نہیں شام نہیں سحر نہیں

دامن خشک کی قسم ان کو ذرا خبر نہیں

اشک ہیں کیوں بھرے ہوئے چشم مر نہیں

گو ہے ہر ایک نالہ زن اور ہے رنگ انہیں

بیٹھے اب اس طرح سے رہ جیسے اب نہیں خبر نہیں

سجڑے کروں گا اس قدر پیچڑی خیال میں

یا تو صری تجوین نہیں یا ترا سنگ در نہیں

بہن نشہ کو دیکھتے میری آنکھیں دیکھتے

پہ بھی ہے نہ سے ہیں مجھ کو بس کی خبر نہیں

وہ بون کا نغمہ ایک سے دوزخوں کا رنگ ایک ہے

تو بھی مستہر نہیں غم کی بھی مستہر نہیں

جیسے بھی بن رہا ہے بنے جا رہا ہوں میں

جو کچھ وہ دے رہے ہیں لئے جا رہا ہوں میں

یہ دیکھ لو کہ ظلم کئے جا رہے ہو تم

یہ دیکھ لو کہ نصرت کئے جا رہا ہوں میں

ساقی سے بے نیاز ہوں ساغر سے بے نیاز

آنکھیں پلار ہی ہیں پسٹے جا رہا ہوں میں

دیکھنا نہ تھا تو دل کو تمنا تھی ویر کی

دیکھنا تو ایک داغ لے جا رہا ہوں میں

چہرہ رہا ہوں عشق و محبت کی دستار

ہر شے کو بے نقاب کئے جا رہا ہوں میں

چاک جگر ہو پاک گریباں کہ چاک دل

جو پاک پارنا دس سیتا جا رہا ہوں میں

بہ جہان کو یا کہ بھی سیر کی ہوسیں ہوں

رنگ نہیں تلاش کئے جا رہا ہوں میں

اب خوب چمکتے ہیں تارے اب نور افشانی ہوتی ہے۔

اب دل جو نہیں ہے پہلو میں اب رات سہانی ہوتی ہے

گنشن کی ہر اک شے سے ظاہر اک خاص کہانی ہوتی ہے

کلیوں میں لڑکپن ہوتا ہے پھولوں میں جوانی ہوتی ہے

وہ دن بھی نزلے سے کیسے یہ دن بھی نزلے میں کتنے

یا نغمہ سرائی ہوتی تھی یا اشک فشانی ہوتی ہے

بہل کی زباں پر دیکھ لیا شہری کی زباں پر دیکھ لیا

یا اس کا فسانہ ہوتا ہے یا مسیری کہانی ہوتی ہے

بہتر از حزن کچھ تو سمجھو۔ آنکھیں کھولو دیکھو دیکھو

دنیا پہ بھروسہ کرتے ہو۔ دنیا بیگانی ہوتی ہے

دل کی دنیا بھی ہے ہم رنگِ عروغِ مرد و ماد

اصل کی اصل تماشہ کا تماشہ دیکھنا

ہم تو بہرِ آزاد زمانے کے کئی بار بنے

ہاں زمانے کو نہ بنے ہوئے اپنا دیکھنا

الحمد لله الذي
جعلنا من
أهل الجنة

اب تو یہ بھی یاد نہیں ہے

تم سے ہم سے عہد وفا تھا
تم نے کوئی چیز کیسا دیا
میں زور نہ ہمارا یہ بھی کہہ جاؤں

اب تو یہ بھی یاد نہیں ہے

روز کی "تختیں چاندنی" رہا
عشق و محبت کی تختیں گشتیں
تم سے ہوتی تھیں کچھ اور باتیں

اب تو یہ بھی یاد نہیں ہے

وہ بھی کتاب پر کیف زما نہ؟
دل سے تمہارا غم کا نشانہ
تم کہتے تھے اپنا فن

اب تو یہ بھی یاد نہیں ہے

اُدھجے باتیں کرلو

کیا جانے تم پھر کب اُدھ
کب کر گاڑی کو برت اُدھ

کچھ تو ٹھنڈی سانس ہیں پھر لو
اُدھجے سے باتیں کر لو

نہ کہہ دے کچھ کہنا ہے تم سے
وہ پڑے کچھ سننا ہے تم سے

اور ذرا آگیا دیر کبھی رات
اُدھجے سے باتیں کر لو

یہ دنیا ہے اتنی جہانی
ہر شے ہے اس جاکی منانی

اس دنیا سے پار اتر لو
اُدھجے سے باتیں کر لو

من کی پیتا کہوں میں کس سے

بلبل ہے خود ہی دیوانی
ٹھہری کو تو ہے حیرانی

اپنی چیتا کہوں میں کس سے
من کی پیتا کہوں میں کس سے

انکھ ہے پر غم کس سے کہ نہیں
مچھکو ہے غم کس سے کہ نہیں

دل ہے دھڑکتا کہوں میں کس سے
من کی پیتا کہوں میں کس سے

کس کو بڑی بڑ کوئی سڑکیوں
حاصل کیا ہے سر کو دھتے کیوں

کون ہے اپنا کہوں میں کس سے
من کی پیتا کہوں میں کس سے

کون سے گامن کا گیت

بلبل ہے مصروفِ نالہ

پی کہتا پرتا ہے پیہا

کوئی نہیں ہے اپنا میت

کون سے گامن کا گیت

نیبا لگا کر بھگتا ہے

کس جتن سے جتنے گوائے

پریت کی ہے اُنہی ہی ریت

کون سے گامن کا گیت

بریم کی بازی کھیلتے ہوا

نیا کے غم سے تھکتے ہو

بس میں نہیں ہے شکرِ جیت

کون سے گامن کا گیت

چھپر سکی میرے من کا گیت

پھولوں کی کیوں ہالی چھپری

کیوں گلبدن کی کہانی چھپری

راگ وہ گاتر میں ہر بیت
چھپر سکی میرے من کا گیت

پریم کی بازی ہونے دے

تو غمنازی ہونے دے

اب اس میں ہوا رکھ بیت
چھپر سکی میرے من کا گیت

تجربہ میں ہے اندھ چارہ

کہ تو کر میری غمنازی

تجربہ کے دن بائیں نہایت

چھپر سکی میرے من کا گیت

کس کو سناؤں کس سے کہوں

کوئی نہیں ہے سننے والا

کوئی نہیں سروسننے والا

کیوں نہ بھلا بے چین رہوں ہیں

کس کو سناؤں کس سے کہوں ہیں

دُرو بھری ہے میری بیٹا

کوئی نہیں ہے میری گستا

کیوں نہ یہ آفتِ دل پہ پہوں ہیں

کس کو سناؤں کس سے کہوں ہیں

نہ ترشنی بوسہ دل سے جا

مڑتے دسے واپس اور ترشن

وفا میں کب تک آؤد ہوں ہیں

کس کو سناؤں کس سے کہوں ہیں

کوئل نے کیوں شور مچایا

پھنسل ہر اک سوپسوں سے ہیں
بنا میں بھیجی ہوں رہت ہیں

سن لہ کوئی یاد آ یا
کوئل نے کیوں شور مچا یا

کوئل کی آتی ہیں صدائیں
اشک نہ کیوں آنکھوں میں آئیں

جی کو اس نے یاد دلایا
کوئل نے کیوں شور مچا یا

اس نے کہہ دو چپ جو جائے
میں بھی نہ چلا اُٹھوں ہائے

ہائے میرا بھی دل ہسر آیا
کوئل نے کیوں شور مچا یا

پیا بن سونا ہے سنسار

بچھڑ لوں میں وہ رنگ نہیں ہے
کلیوں کا وہ ڈھنگ نہیں ہے

سوئی سی ہے بہار۔ پیا بن سونا ہے سنسار

ختم ہوئیں بیل کی صدا میں
ختم ہوئیں شہری کی نوا میں

ختم ہے پلی کی پکار۔ پیا بن سونا ہے سنسار

گنگشیں ہیں ہریالی کب ہے
بچھڑ لوں میں وہ لالی کب ہے

گرم ہے باؤ بہار۔ پیا بن سونا ہے سنسار

برہا کاروگ لگا میرے من کو

اُن نینوں نے تہا کا مجھ کو

ہوش نہیں ہے آیا مجھ کو

برہما لگن نے پھونکا تن کو

برہا کاروگ لگا میرے من کو

ہاں غصہ نہیں چاندنی راتیں

کر گئی آفت اُن سے باتیں

روٹی تھیں جھٹی میں جوت کو

برہا کاروگ لگا میرے من کو

من کہتا ہے سا جن سا جن

انگوں کی چچا ان کا درشن

بے کہاں پاؤں س جن کو

برہا کاروگ لگا میرے من کو

برہمہ ہست سناوے پریم

وہ دن بھی کتنے آچھے

برہمہ جب ہم سے لگانے

گائے تھے دن رات نراے

اب تو ہر ہارٹاوسے پریم - برہمہ ہست سناوے پریم

اب تو راتیں کب ہیں راتیں

پڑتی ہیں کرناؤں سے باتیں

برہمہ کی ہیں پر ساری گھڑیاں

برہمہ ہستی ٹرپاوسے پریم - برہمہ ہست سناوے پریم

نوکری سے ہائے تم احباب

پیر سے ہیں نیناں پیامں بچاؤ

درس دکن و پھر سے حبس

تین دن بیتے جاوے پریم - برہمہ ہست سناوے پریم

پنجاری پریم سے ہے سنسار

اس کا انت سمجھ لے ناداں

کیوں ہوتا ہے اسنا حیراں

پریم ہی سے ہے بہار

پنجاری پریم سے ہے سنسار

یہ دنیا کے رشتے تاتے

کیوں کر سے یہ حُسن کو بھاتے

گر نہ ہو پریم چمکار

پنجاری پریم سے ہے سنسار

پریم ہی پریم ہے نسی مایا

پریم سے ہے یہ ساری کایا

دیکھ لے پریم دُوار

پنجاری پریم سے ہے سنسار

دیکھ لے کر کے پریت

پریت میں کھو جاتا ہے انسان

ہو جاتی ہے ہستی ویراں

پریت کی یہ ہے ریت

دیکھ لے کر کے پریت

پریت میں کرنا پڑتی ہیں آپیں

بچنے کی رہتی نہیں ہیں راہیں

ملتا نہیں کوئی میت

دیکھ لے کر کے پریت

رہ جاتا ہے پریت کا سودا

ہسٹ جاتا ہے دل کا جھگڑا

دن جاتے ہیں پریت

دیکھ لے کر کے پریت

پریت کا گیت نہ گائے جی

پریت کا گیت نہ گائے

پریت کے گیت کو سنا گیا

پوچھئے کیا کس نے پہنچا دیا

راگ کچھ اور سنا ہے جی

پریت کا گیت نہ گائے پریت..

پریت ہے بے کاروں کا دھندا

پریت ہے اک جیون کا پھندا

اس کے نہ پچا ہوا آسے جی

پریت کا گیت نہ گائے پریت..

شہری، کوئل، مور، پیپیا

کون نہیں اس کا رن ڈو برا

تو بھی نہ پر ن گنوا ہے جی

پریت کا گیت نہ گائے پریت..

دکھ کی کر نہ شکایت ہو کہ

دکھ کی کر نہ شکایت

دکھ کو کیوں تو دکھ کہتا ہے

کیوں کہہ کہہ کر دکھ کہتا ہے

راحت ہے یہ مصیبت ہو کہ

دکھ کی نہ کر شکایت، دکھ..

دکھ کا سکے تو کس پچا سنے

اس کی حقیقت تو کیا جانے

تو کیا پچا سنے حقیقت ہو کہ

دکھ کی نہ کر شکایت، دکھ..

نہیں بول کس کا کہتا ہے

یہ دکھ تو اس کو ملتا ہے

جس کی بجلی ہے قسمت ہو کہ

دکھ کی نہ کر شکایت، دکھ..

دکھ میں ہے بہسزاد بچہ را
لیکن ہے وہ ہنستا رہتا

دیکھ لے اس کی حالت مورک
دکھ کی زکرت شکریت ادا کھ...

آئی بسنت کی رُت

کیوں ہم نہ جھوم جائیں

ہیں پھول سب رنگیلے

ہیں سارے پیلے پیلے

یہ خوشنما ہے منظر

ہم کیوں نہ مسکرائیں

آئی بسنت کی رُت

کیوں ہم نہ جھوم جائیں

دہائی ہر ایک شے ہے

سے مست جو بکلی کے ہے

ایسا ہے خوب موسم

جہم کیوں نہ گستاخیں

آئی بسنت کی رُت

کیوں ہم نہ جھوم جائیں

فائز کا پرستہ پرستہ
دیکش ہے اور دل افزا

ہر غنیمت کہہ رہا ہے
اولمک کے گائیں
آئی بسنت کی رت
ہم کیوں نہ مجسوم جائیں

مجلس تہذیب و تاریخ

بن بن گھوٹے رادھا سپاری

پاس جوان کے شیا م نہیں ہے
بن کو ذرا آرام نہیں ہے

رادھا سپاری کے بہاری
بن بن

غزلی کی آواز کو سننے نے
سننے اور اپنا سر دھنسنے

پس نہ ہے ہر جوانی
بن بن گھوٹے

رادھا سپاری کی ڈوٹے نیتا
باسنے کہناں ہیں کرشنن کھیت

پریم کے ہاتھوں رادھا ہاری
بن بن گھوٹے

کب ہوگی پوری آسا

بے کل ہوں درس دکھا دو
کب و حیرے گی بتا دو

لے میرے کریشن کنیا
کب ہوگی پوری آسا

کب سے ہوں ہاتھ بڑھائے
کب سے ہوں آنکھ اٹھائے

جو دیشا ہے دیدے داتا
کب ہوگی پوری آسا

تہہ داتا تو میں بھنگا رکی
تہہ دیوتا تو میں بھجیا رکی

تہہ سے بہت میری دنیا
کب ہوگی پوری آسا

رام کے کیوں نہ ہیں پل پل جاؤں

چین میں بے مرے من کی دنیا

کیف میں کہتا ہے جیون میرا

ان کی بدولت جب سکھ پاؤں

رام کے کیوں

نام سے ان کے شکہ ملتا ہے

غنیہ مرے دل کا کھلتا ہے

کیوں کر سے میں ان کو بھول

رام کے کیوں

رام سے ہے کل جب اچھا را

بیکہ بیرون کو ان کا سہارا

ان کے نہ کیوں نہ ہیں من کو

ہم کے کیوں نہ ہیں من کو

رام کا ہے کل جگ کو سہارا

بگڑی ہی ہیں کام آتا ہے سب کے
بگڑے ہی کام بنتا ہے سب کے

ان کا ایک اور فی سا اشارہ
رام کا ہے کل جگ کو سہارا

سینا کو لٹکاتے چمڑا یا
پاسپ سے کل دنیا کو بچا یا

رام ہی نے راون کو مارا
رام کا ہے کل جگ کو سہارا

دوست پوری سے ہم سگین ہیں یہ
پتھر لیتے ہیں گمشدہ ہیں یہ

نام ہے ان کا پیارا پیارا
رام کا ہے کل جگ کو سہارا

ہے رام نام کا سہارا

ہیں رام ہی پان ہارس
ہم سب کے بچے ہیں سہارے

ہے نام بھی ان کا پسرا
ہے رام نام کا سہارا

یہ کرتا ہیں دھرتی کا پالن
ان کا نہ ہو کیوں یہ تیرا اور من

ان کا ہر کام ہے نسیب
ہے رام نام کا سہارا

دھرتی ہے ان سے روشن
جتنی ہے زندگی روشن

تو نہ سے ہی پاک پیر
ہے رام نام کا سہارا

چلو مستحرا کو ہوا آئیں

وہاں پہ جیون کھو آئیں

وہاں رہتے ہیں کرشن کھنیا

بنواری جاگ کے رکھو پایا

ان چرنوں پر رو آئیں

چلو مستحرا کو ہوا آئیں

وہاں ڈول رہی ہیں بہاری

وہاں گاتے ہیں لوگ تمھاری

وہاں ہم دل کو کھو آئیں

چلو مستحرا کو ہوا آئیں

چند دیر نہ اتنی رگھاؤ

بہتر بڑھتی کوہ پنی بساؤ

چلو بپا کو ہم دھو آئیں

چلو مستحرا کو ہوا آئیں

کون گلی گیو کرشن مراری

ڈھونڈو پھری میں تم کو بن بن
پر نہیں پائے تھارے درشن

کیا کروں میں برہما کی رری
کون گلی گیو کرشن مراری

مدت سے سُنان ہے دنیا
تم بن ہاں ویران ہے دُنیا

یاد ہے سب کے دل میں تمہاری
کون گلی گیو کرشن مراری

ب تو موبے درش دکھا دو
بگڑی ہوئی تقدیر بندو

ہم چوں تم سے پہلے ہی
کون گلی گیو کرشن مراری

کون یہ کہتا ہے راویہا راویہا

ہاتھ ہیں مڑی سانولی صورت
چاں انوکھی موہنی صورت

بھولا بھالا سپردھا ساویہا
کون یہ کہتا ہے راویہا راویہا

آنکھ میں آنسو حال پریشاں
پریم کے ہاتھوں مضطرب حیراں

پریم کا مارا پریم اگاویہا
کون یہ کہتا ہے راویہا راویہا

جھٹکا کنارے مڑی نہ جاوے
سُبت نہ کہوئے اور شہر پہ پھرائے

مڑی والا سپردھا ساویہا
کون یہ کہتا ہے راویہا راویہا

کرشن مراری نند کے لالہ

جگ کے ہیں یہ پالن ہارے

ان سے ہیں روشن چاند ستارے

پتھلا ہے ان سے جگ میں دُور

کرشن مراری نند کے مار

ان کی لہلا سب سے نیواری

ان کی صورت پیاری پیاری

کیوں نہ کہیں انہیں جگ کھیر

کرشن مراری نند کے لالہ

اُن کا پریم ہے سب کے دلیں

یہ رہتے ہیں ہر منہ منہ میں

جو کہ نہ کیوں ہو ان کا بال

کرشن مراری نند کے لالہ

مری عید تم ہو

یہ سنتا ہوں ہے عید کی رونمائی
 مسرت میں ڈوبی ہے ساری خدائی
 ہیں وہی وقتِ اُلام و روجہ دانی
 خد را تجھے یاد آکر نہ چھوڑ د

مری عید تم ہو

یہ مانا کہ یہ دن مسرت بھر ہے
 یہ مانا کہ ہر شخص خوش ہو رہا ہے
 عزیز دن مسرت سے بیگانہ سا ہے
 رُخِ منور و ذرا دل میں سوچا

مری عید تم ہو

غلط ہے کہ دنیا میں اُلفت نہیں ہے
 غلط ہے کہ خونِ محبت نہیں ہے
 مجھے عید کی کچھ مُسرت نہیں ہے
 محبت نہیں یہ تو کیا شے ہے بولو

مری عید تم ہو

یہ سن لو اُنکی دن مری عید ہوگی
 ہسرنگاہوں کو جب دید ہوگی
 محبت کی جس وقت تجدید ہوگی
 ہیں قربان تم پر بس اتنا سمجھ لو

مری عید تم ہو

نور

کتاب طبقات الشیخین
مکمل

حمد

کروں میں وضو پہلے لاؤ تو ذرا پانی

پھر حمد خدا لکھوں جو فرض ہے نہ نہ

واحد ہیں وہ ازل سے محتاج نئے سب ہیں

ان کا نہ کوئی ہمسرا ان کا نہ کوئی ثانی

ہیں بے نیاز سب سے پر و انہیں کسی کی

برتر بزرگ بستی ان کی ہے نسبت نہ

پیدا نہ وہ کسی سے اُن سے نہ کوئی پیدا

نبی پ ہے نہ کوئی نام ہے ورنہ نالی

بیٹا نہ کوئی بیٹی بیوی نہ کوئی بھائی

وہ رب ہیں دو جہاں کے انکا نہیں سمانی

جو کچھ ہے آسمان پر یا جو زمین پر ہے

کل کائنات کے ہیں وہ ایک ہی ہیں بانی

برستے پر ہیں وہ قادر ہر چیز کے ہیں مالک

یہ اپنا عقیدہ ہے یہ نشانِ مسلمانی

و آپ کو حقیقت کر پھر لطف اٹھا اس کا

اشعار کے پردے میں اسباق ہیں قرآنی

جہاں ہوں رہیں انکی تعریف ہیں کیا لکھوں

اس منہ سے صفت انکی نادرانی ہے نادانی

نُفست

سوچا تھا کہ حالِ دل سرکاریں جا کہئے
 اب آگے پہ چیراں ہوں کہ کہئے تو کیا کہئے
 مجبورِ محبت ہوں چوں شمع و پروانہ
 دنیا مجھے کہتی ہے دیوانہ ہے کیا کہئے
 مجرم ہوں محبت کا دربار میں حاضر ہوں
 دیوانہ ہوں انفت کا دیوانے کو کیا کہئے
 میں نے کہا شیرا ہوں تو ہنس کے یہ فرمایا
 دیوانہ ہے دیوانہ، دیوانے کو کیا کہئے
 شہزادے مجھ پر ہوں، عریں مجھے کہتی ہیں
 دیوانہ ہے لرزانہ دیوانے کو کیا کہئے
 سنی مجھے کوثر کا اک جامِ عنایت ہو
 دل بہ مرہ پیمانہ پیوستہ کا کیا کہئے

جیسے ہیں سرسے دل ہیں اب کوٹ و مراں کے بھی

دل ہے کہ پری خانہ اس خانے کو کیا کہیے

دل غرق ہے الفت میں اس شے کی محبت میں

اور مست ہے مشاعرہ متاعے کو کیا کہیے

آئے ہیں کہیں اب تو وہ دل ہیں نگاہوں میں

دل ہے مرا کا شانہ کا شانے کو کیا کہیے

لکڑی سنبھالو مجھے لکڑی سنبھالو

پامیر سے بنو یا مجھے تم اپنا بنا لو
ہر روز کا کھٹکا تو مرے دل سے نکالو

پتھر کی پینٹا ہے جذب مجھے جانبِ طیبہ
بلوانا ہی مجھ کو ہے تو جلدی سے بدلو

میں غیر کا ہو کر رہوں مجھ کو نہیں منظور
اپنا جو بنانا ہے، تو اپنا ہی بنا لو

اتن امارا ارمان ہے، اتنی ہے تمن
ذیراں ہے مرا خانہ دل میں کو بس بو

پھنس جانوں نہ دنیا کے بکسروں میں قاف
لکڑی سنبھالو، مجھے لکڑی سنبھالو

محنت میں کہیں یہ میرک نہ سے شہنشاہ
جب اپنا بنایا اب تو دانت میں پاپ

اتنے زبردست ہیں، پتہ خیالوں میں شہ اکٹہ
پران سے کہے کون کہ پروہ تو بہت بو

چلا جا رہا ہوں کھینچا جا رہا ہوں

عجب بیخودی میں چلا جا رہا ہوں
 اٹھائے ہوئے منہ چلا جا رہا ہوں
 خوشی سے میں پھولا چلا جا رہا ہوں
 مدینے ہے جانا چلا جا رہا ہوں
 یہ سب تم پر چھوڑ کے چلا جا رہا ہوں
 یہ رشتہ ہے پختہ چلا جا رہا ہوں
 اٹھائے قدم میں چلا جا رہا ہوں
 یہی نام چپتا چلا جا رہا ہوں
 انہیں کو میں تنکے چلا جا رہا ہوں
 زیارت کو ان کی چلا جا رہا ہوں

چلا جا رہا ہوں کھینچا جا رہا ہوں
 ہر بند کے رستہ میں کب پیچ و خم ہیں
 کرم سے بلایا ہے آستائے مجھ کو
 زور کو عزیز و دشمن دارانہ رو کو
 دولت و ثروت عزیزوں کی چاہت ہے
 دوس لہجہ ناکی سے چوڑا ہے رشتہ
 محبت میں اک اک قدم اٹھا رہا ہے
 ہر سے میں پر ہے نقش نام چھوڑ
 وہ ہیں تھوڑے ہیں پیش نظر بھی
 خوشی سے میں چو پھول گاؤں سے بھی

وہی دردِ دل ہیں - وہی دل کا دریا

رہیں ان کی خاطر چلا جا رہا ہوں

غزل

کیا ہنٹے کہ وہ آتے گدھر دیکھ رہے ہیں
وہاں دیکھ رہے ہیں کہ بگڑ دیکھ رہے ہیں

بھوکے ترے چھٹ ہو رہے ہیں گمان دیکھ رہے ہیں
ہنٹے آنکھیں کے اہل نظر دیکھ رہے ہیں

عشاق تو کہتے ہیں مستم خانہ کہاں ہے
ہم کھنڈ ہیں اند کا گھر دیکھ رہے ہیں

جلوسے ہیں اہل اور بستم کے بہت زور
شب دیکھنے والے بھی سو دیکھ رہے ہیں

توصیف سے آئی ہے بوا ترانی ہوئی ہے
بم حیاں تری بادشہ دیکھ رہے ہیں

کیا رہے رسالت ہے تراشے شہ
چھپ چھپ کے سب سے بڑا دیکھ رہے ہیں

اے رخصت عالم تری رفعت کے ہیں قمر ہاں
سکاتے ہیں کٹھن جتن و بشر دیکھ رہے ہیں

بہشتیہ دنیا وہ منت م شہ
بناک بھگت کے لئے شمس دیکھ رہے ہیں

جز تیرے ہمارا کوئی مقتد و نہیں ہے
 ہم تیری نگہ تیری نظر دیکھ رہے ہیں
 صد شکر تصور میں نظر آگیا طیبہ
 ہم اپنی شبِ غم کی حسرت دیکھ رہے ہیں
 اب کیا کہیں دنیا سے رستیں اپنی تمنا
 ہم پوچھنے والوں کی نظر دیکھ رہے ہیں

وہ نیا نشان ہے قربانِ رسولِ عربی
 آپ کی ذاتِ محمدی ہے سراپا رحمت
 آپکا مشیتِ رحمتِ سامنے آنکھوں کے لیے
 ہوں تھی دست بھلا اور تو کیا رکھاؤ
 ظلمہ گزپ کے ہیں آپ پہ اترائے ہیں
 وقتِ امداد ہے کچھ غیبِ سماں کیجئے
 دلِ نیازت میں عمر کی آبرور کھ لیجئے لگا
 حرمِ شہزادی روضہ بہارِ رحمت تن کی

یہ تو ہے آپ کا اسدِ کافی گدازِ جلی رست

اس کو تیوبہ کا ہے اُردانِ رسولِ عربی

دل اس کا طلبہ کار و جواب ہے نظر بھی

دل اس کا طلبہ کار ہے جو باہر ہے نظر بھی
 ہے یاد بھی یاد اُن کی مر سے قصد تہا
 میں کیا کہہ رہا ہے رشتہ پندہ ذیلم
 اس نورِ ممل کی صفت کیا ہو رہاں سے
 میں میرے تہذیبوں میں رہتا دیکھتے ہو سہری
 دنوں کی تمنا ہے کہ پہنچوں میرے مدینہ
 کس طرح سہاگن بولانوں میں رہاؤں
 اک بار رشتہ پاک کا ہو جائے تہذیب

جو خیر و دعائے ست اور خیرِ شہ بھی
 دس میرا مدینہ بھی ہے اشد کا لہ بھی
 قریب ہے خورشیدِ بخت و نورِ قمر بھی
 پوشیدہ ہیں انوارِ دل کو ہے آئینہ بھی
 ہے شب بھی شام بھی نور و نور بھی
 شیدائے رشتہ پاک کا ہو دل بھر بھی
 ان کے توڑے شکر سے دہانہ بھی
 یہ دل کی بھی حیرت ہے تہذیب بھر بھی

قسمت جو رسا ہوگی رئیسِ بکر افکار
 جڑوں کو دینے بھی میں اس کے گھر بھی

طیبہ کی رحمت لے کے چلا پائے آرزو

ہاں دیکھتے چلا ہوں تماشائے آرزو
نشرش نہ آنے پائے کہیں پائے آرزو
پتھر پھول مارے ہیں شجر ہائے آرزو
رحمت تمام بن گئی دنیا کے آرزو
آسمان و اس کے پورے ہوں برائی آرزو
ہل میری مشکلات ہیں برائے آرزو
ہاں ہاں وہی جگہ ہوئی جسے آرزو
کیا بار بار عرض کروں بسے آرزو

طیبہ کی رحمت لے کے چلا پائے آرزو
چیل چیل چیل کے قدم کو بڑھائیں
پتھر آئیں گے شمر مرے باغ امید میں
بہرا بہر خوش خرام اٹھا ہے بصد
جو جو میں مانگتا ہوں خدا رانجھے ہے
بہر جناب مرتضیٰ مشکل کشا ہے
پتھر وں چیل لہا ہے کہ در پر بلا ہے
نہ کہچہ ہیں پائے ہوں سب علم آپکو

وہ من کو کہو لے بیٹھا ہوں اس آس پر رستیں
تمہید دل بن پوری ہو برائے آرزو

بچی کے نام پر سب کچھ لٹا رہا ہوں میں
خدا کا شکر ہے قسمت بتا رہا ہوں میں

میں جھوم جھوم کے لکھتا ہوں ان کی تعریفیں
مڑے منہ سے انہیں کوٹھنار رہا ہوں میں

عجیب لطف سے رونا اور دل کو لکھتا ہے
عجیب کیفیت میں تائیں اڑا رہا ہوں میں

جو میرے ساتھ چلا ہے مراد دل شناس
ہر اک کام پر بھروسہ کر رہا ہوں میں

رہے فراق میں کچھ سب کچھ ہی رہتی ہے
ترقی تلاش میں کسویا سا جا رہا ہوں میں

بہر بسا کہ انہیں دل میں اور سیتھنوں
تئیدات کی دنیہ بسا رہا ہوں میں

اٹھ اٹھ کے شریعت کے ساتھ پردوں کو
تجربہ بزم میں جانتا رہا ہوں میں

فراں بنائی ہے مرنے والی
خدا کا شکر ہے رہا ہوں میں

تجربہ بزم میں جانتا رہا ہوں میں

مرا طفیل حقیقت کو پارہا ہوں میں چہ نہ

تری جدائی میں بکسرتا کھٹا آہ کے نعرے
ترے خیال میں تسکین پارہا ہوں میں

رہتیں اس کو زمانہ سمجھ رہا ہے نصرت
یہ حال دل ہے جوان کو سن رہا ہوں میں

طفیل مجھ۔ خسزینہ خسزینہ
چمکنے لگا ہے نگینہ نگینہ
برائے بتوں اور سکینہ سکینہ

پھٹتا چارہا ہے مرا سینہ سینہ
چولا چارہا ہے سنہینہ سنہینہ
چپلا چارہا ہے چمپینہ چمپینہ
کہ چپا رہا ہے مدینہ مدینہ

ہر اکہ در شرب قسینہ قسینہ
زیادہ ہے میری دینہ دینہ
نہ کہ بہت ہے بہت دینہ دینہ

میں سے رہتا ہے دینہ دینہ

مرا دل مری جہاں مرا سینہ سینہ
بہت ہے دل میں جان دوعلم
کرم ہو کر ہم ہو غنیمتوں پہ آقا
دوسرے کے حامی نہ دارا خدا را
بہر آیت جگہ لایینہ کامو ستم
بر او نہیں مئی نہیں بھی ٹلا لو
بہر آیت جگہ لایینہ کامو ستم
بہر آیت جگہ لایینہ کامو ستم
بہر آیت جگہ لایینہ کامو ستم
بہر آیت جگہ لایینہ کامو ستم

بہر آیت جگہ لایینہ کامو ستم

بہر آیت جگہ لایینہ کامو ستم

”ارمانِ مدینہ“

پھر دلی میں ٹٹا ہے مرے ارمانِ مدینہ
آنکھوں میں سما یا ہے گلستانِ مدینہ

فرقت میں ترختے ہیں غلامِ دردِ پاک
پھر آبِ گئے بلا لہجے سلطانِ مدینہ
ہوتی ہے زیارتِ اقصیٰ ہر روزِ تہی کی

زوارِ بوجھ جاتے ہیں تہانِ مدینہ

اک تھکنا رہتا ہے مانک کا شبِ روز
دوسرا تھکنا ہے کہ درانِ مدینہ

میں گرچہ تھی دستِ ہوا پرستِ شہِ شہا

کچھ آپ ہی کر دیکھتا ہوں مدینہ

میں کہنِ اختر کے تاروں میں ترستے شہا

مجھ کو بڑی جگہ ہے تیرا درانِ مدینہ

نوشِ خلق ہیں جیتے بھی ہیں طیبہ کے مکین سب

بجیوں گے گمانِ مرکر بھی میں انسانِ مدینہ

میں خدا بنانا ہے جو جہاں ہے کس جہاں

کریا نشان ہے ملتِ ترقی نشانِ مدینہ

مولد ہو، مگر تو دیرینہ بہت مسکن

ہیں شاہ جہاں سرور و ایشان دیرینہ

کس لطف سے پوری ہوئے ہیں اپنی تمنا

آجائے بدائے کا جو فشرمان دیرینہ

گل محمد

میں صدقہ میں قرباں محمد محمد

محبب دل و جہاں محمد محمد

ملاہم کو سبجاں محمد محمد

جو آیا ہے فشر آں محمد محمد

میں قرباں میں قرباں محمد محمد

ہے دل کا یہ ارماں محمد محمد

ملاہم کو ایسے محمد محمد

میں پڑتا ہوں قرآن محمد محمد

کہے جس آں گناہوں محمد محمد

عزیز دل و جہاں محمد محمد

نیک دیدہ دل کی کشدک تمہیں ہو

تمہارے کرم سے تمہارا نصرت

تو رہا وہ سبیل تمہارا سبب

میں صدقہ میں صدقہ تری تہذیب

نہ رہا جو پھر سب سے زبرد ہوجہ کو

تمہاری حق طر تمہاری بڑست

تمہارے لئے یہ ہیں جہاں جو ہر دم

سب سے بیکار ہوں میں تکلم کا یارا

کہے جہاں کہے جہاں یہ صبح و شام تو

نیک شمس خوں محمد محمد

مذہبِ منصور سے واپسی

طیبہ میں آ کے روتا کو خوش پارہا ہوں میں
قسمت پر اپنی ناز ہے اترار پارہوں میں

کہتے ہیں اہل قافلہ اب ہمسار کو پیلو
افسوس دل کو یہ ہے کہ کیوں جا رہا ہوں میں

رہتے بھی دو مجھے دیر اقدس پر دوستو
اک اک سے کہتے کہتے کھٹکا جا رہا ہوں میں

دربارِ شہ سے حکم مدد ہے کہ پناہ
سرخم ہے حکیم شاہ پر یوں جا رہا ہوں میں

گو دل کی ضد بھی ہے نہ جاؤں یہاں تیر
نبیر حکیم شاہ سے زہر جا رہا ہوں میں

اگر دیا ریاک میں سب کو نہ لگاؤں
سب کو اپنا ہونا نہ کہ اپنا نہ لگاؤں

مذہبِ پسر کہ جس سے بڑا نہیں جنت
پس یہ کہاں کہ جس سے چسپاں نہ ہو

مُرمُکے دیکھتا رہا روضہ دلِ غریب

جب تک نظر پہنچ سکی تکتا رہا ہوں میں

آنکھوں سے اشک بہتے ہیں یا لنتِ دلِ ریش

کونے رخت سے آہِ پختا جسا رہا ہوں میں

شبِ معراج

اللہ نے دیدار دکھایا شبِ معراج

ستارے کو سرِ عرش دکھایا شبِ معراج

چیر مل ایسا لینے کو آگیا شبِ معراج

امت کا ستارہ چمک اٹھا شبِ معراج

ہزار شاخ کا سدھ مدھ بولگا شبِ معراج

نیلِ ناز و دھرم کو دکھایا شبِ معراج

جبرائیلؑ سے ملا دیکھ کر شبِ معراج

نہرِ بے کویاں بلا یا شبِ معراج

وہ جوارہ کہ شہِ خوب پر موی بوی چسکا

سیرت سے شہِ جبرائیلؑ دیکھ کر شبِ معراج

یہ نہ تیرے کان نہ تیرے منہ سے گویا

بک شہرِ مدینہ سے تیری آواز آئی شبِ معراج

کل ہر دمِ ظہر کی غزلِ بزمِ معراج

وہ شہر ہے کہ جس سے شہرِ مدینہ

شبِ معراج

شبِ معراج

فریادِ درگاہِ رحمتِ اعلیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم

تخیل سے اپنے میں بنور ہو کر
گیا سوئے یثرب میں دربارِ شہیں
جہینِ عجب رکھی ان کے دہر
کیا نہ نفسِ پھر کے شہدِ دین و دنیا
زمانے کے ہاتھوں سے ہو کر پریشاں
دہائی ہے لے شاہِ دیں شاہِ دنیا
ترے نام لیوا ہیں نرغے میں اسدم
شیاطین کا غلبہ بڑا جب ربابے
برمانا کہ اعمال اپنے بُرے ہیں
ترے در پہ آیا ہوں باریکے سخن
نیک کرم سے کے آئی ہے مجھ کو
زجاؤں گا ہرگز یہاں سے جس نہ

کلیجہ کے زخموں سے خود چوڑ ہو کر
نہیں کی محبت میں مخمور ہوا
محبت کے آداب میں چور ہو کر
ترے در پہ گیا نور بنور ہو کر
خود دایا ہوں بنور ہو کر
وہ کی بڑبائی سے محسوس ہو کر
دُعا کی ہے یہ سب سے مجھ کو
مسماں پریشاں ہیں اب
خیرتی نیت پہ مسودِ دعا
نہ نہ صفتِ شہداء بنور ہو کر
سب سے بڑا ہو کر ہو کر
ملاؤں میں رہنے کے

تمہیں تک رہے ہیں یہ مجبور ہو کر
 بنے کام اپنا جو منظور ہو کر
 رہیں تاکہ دنیا میں مشہور ہو کر
 دلوں کو جلا بخش دیں نور ہو کر
 سما جائیں ہم سسر مہ طور ہو کر

نگاہ کرم ہو عسدا مول پہ آفتا
 بر ماتحت سے کیجئے نواسوں کا حیدر تہ
 فتح بانی شط اور ظفر بھی عطا ہو
 کچھوں پہ کوند اکر یہ مشکل بجلی
 بگڑ دیں جیسے آنکڑیں اہل عینیش

دو عالم کے آفتا مدد کر مدد کر
 شہر دین و دنیا مدد کر مدد کر

یہ سُن کے دو جہاں میں ہیں بس آپ خبر و
 دہ کے میں بھی آیا ہوں رد جائے آبر و

نور اپنا ہوش ہے نہ زمانے کا ہوش ہے
 پار اس کے غضب ہے نہ ہے پار اس کے گفتگو

دہسوی سے سنا ہے سنا ہے گریہاں جیتا تار تار

رنگین بیابان ہے شہستانِ دل کہ نور ہے

قطر کی آنہ زو ہے سمندر سے جاسے

ڈرے کو بہ خیال کہ بن جاسے ماہر و

خوابش ہے مگر کی کہ سیلہاں سے جاتے
اور آپ کی لکھن بہ مجھے اور جس جوتے

دنیا میں سر بند ہوں عجب ہیں۔ فر

آیا ہوں وہ پہ آپ نے روح سے آبرو

گنجینہ کرم ہے دینے۔ سوں کا

میری نگاہ میں سے وہی جوتہ آبرو

مل جائے مجھ کو عس قدر حسین پاک ہیں

عبر و تشرار و بین و سکران۔ آبرو

لے شاہ دیں کرم، سسر دنیا نگاہ

رس۔ پر پڑے رئیس کی بڑھ جائے آبرو

روستہ ہیں سے کہ ہم شہر پور کج نام

تجربہ کر پائے ہیں علم و سبب ہم

یہ سب کے فتنے فتنے کے خلیفہ

ہوتے صبا کے سب سے کرم و کرم

ہاں بات نہیں ہیں خالی تپ و

نہایت کہ اس دیا ہے ہر ہر

پاتے ہیں زندگی میں عجب انتخاب ہم

گر خیر ہو سکا، تجربہ دینے میں دل پہ

کہدیں کے صاف صاف کہ پریشان ہیں

جاگرو یا رپاک کی گلیوں کو جس ٹسے

تجربہ کی نعمت سہ کو مجھ کا نے ہے زاردا

تجربہ کہ ہم کو مل گئی معراج زندگی

ہم ہیں گناہ گار مگر تو رحیم ہے کہہ دیجئے صاف صاف یہ رُحساب ہم
 جبرتی ہیں ہم کو یسر سکوں نہیں کیا دیجیے آہ میر شربِ اہتاب ہم
 اوروں کو تو ازل میں ملیں خوب نعمتیں
 لائے ہیں اسے رئیسِ فقہاء اضطراب ہم

معراج کی بہار

بہار ہے بہار ہے
 معراج کی بہار ہے
 مستقروں پر چوڑا و ڈرا۔ مقبول ہوتی ہے دعا
 دیکھو چلی کشمیری ہوا موسم ہے کیا فرحتِ سنرا
 برسمت ہے شہر کھلا۔ دن آج ہے معراج کا
 بہشت کی چٹائی ہے گھٹا۔ جنت کا در بھی ہے کھلا
 پرستش الٰہ کا در کھلا۔ تسنیم اور کوثر کھلا
 بیتِ جنابِ شمسِ بیٹھے ہیں اب کوثر پہ آ
 مستقروں پر ہکا بھکا نامہ تم

دیکھو بیشک بے آزار نہ تم

ہشیار گھبرا نا نہ تم

مدد سے گزر رہا نا نہ تم

کیوں --- بہت سارے بہت سارے

معمران کی بہت سارے

خالق کا مدد مانگ لو، دنیا اور عقیبتی مانگ لو

اُن کا بہار مانگ لو، دنیا کی دنیا مانگ لو

مرضی مول مانگ لو، جو چاہو، مانگ لو

اُن کی تمت مانگ لو، شراب کا سودا مانگ لو

قلب فہ وہ مانگ لو، چشم تمت مانگ لو

ان کا نظارہ مانگ لو، اچھا ہی اچھا مانگ لو

جو مانگو گئے مل جائے گا

دس کا کنول کھل جائے گا

جو چُپ رہا پھٹائے گا

یہ وقت پھر مل جائے گا

کیونکہ --- بہت سارے بہت سارے

معمران کی بہت سارے

بیت کی زمست جوش پر ہے رنگ الفت جوش پر
 آبِ حیاتِ نیرت جوش پر، زمست غنائت جوش پر
 سب سے شانِ زمست جوش پر، چشمِ غنائت جوش پر
 ان کی محبت جوش پر، ان کی سخاوت جوش پر
 میری تنہا جوش پر، میری عقیدت جوش پر
 میری ارادت جوش پر، میری طبیعت جوش پر

بیٹھے ہیں وہ جانِ نظر
 قربان ہوں تمہیں و قمر
 قربان ہوئے ہیں ادھر
 میری نثاروں اور جگر

بیوقوف ... بلا کے لئے ہر لمحہ
 مصراۃً ہے ہر لمحہ

یاد ہے کیا کیا، کیا کیا، کیا کیا، کیا کیا، کیا کیا
 جوشِ مہر، کیا کیا، کیا کیا، کیا کیا، کیا کیا
 یاد ہے کیا کیا، کیا کیا، کیا کیا، کیا کیا، کیا کیا
 یاد ہے کیا کیا، کیا کیا، کیا کیا، کیا کیا، کیا کیا
 یاد ہے کیا کیا، کیا کیا، کیا کیا، کیا کیا، کیا کیا

یہ در دھڑکے ملک و رہا یاد بچنے کا ملک نور
 جہاں ہوں کیا کہیں ملک ہوں اٹھیں کیا کہیں ملک نور
 اللہ سے تھوڑا کرہ ملک ہوں یا تجھ سے کچھ کرہ ملک نور

اللہ ہوں میں بیٹوان تو حریفی یہ انتہا
 کے مشعل شمع الائنہ نے دہریہ بکار لیا
 ابورکبیس بیٹوان تو کرے ال سے یہ نام
 یہ رجناب غلطی مقبول ہو یہ انتہا

کیونکہ بہار ہے بہار ہے
 معراج کی بہار ہے

کھانے کی کھانہ

کھانے کی کھانہ	کھانے کی کھانہ
کھانے کی کھانہ	کھانے کی کھانہ
کھانے کی کھانہ	کھانے کی کھانہ
کھانے کی کھانہ	کھانے کی کھانہ
کھانے کی کھانہ	کھانے کی کھانہ
کھانے کی کھانہ	کھانے کی کھانہ

دربار میں پہونچا دے

سرکار میں پہونچا دے

کھانے کی کھانہ	کھانے کی کھانہ
کھانے کی کھانہ	کھانے کی کھانہ

کھانے کی کھانہ	کھانے کی کھانہ
کھانے کی کھانہ	کھانے کی کھانہ

بے آشک بہا آتا دل سپنے دیا کھاتا

ہے ہمدے کیا نانا یاد گتا سبت و نہا

کہتا ہے رئیس ہروم

لے باوصیا لے چل

لے باوصیا لے چل اللہ ذرا لے چل

آرزوئے دل

لے باوصیا لے چل، اللہ ذرا لے چل

سُن حال مرا لے چل، اب بہ خدا لے چل

اٹھ جلد ذرا لے چل، نہ موش نہ کیا لے چل

کچھ رجم ہی کہی لے چل، مہنواں بس لے چل

سہ کار مدینہ میں

دربار مدینہ میں

اس شبِ محبت میں، سن غنیمتِ بخت میں

اس مخزنِ رحمت میں دربارِ رسالت میں

پیاروں کا جو پیار ہے۔ خالق کا دُلا رہے

شائع جو ہمارا ہے۔ جو سب کا سہارا ہے

مجا جو ہمارا ہے، جو دہر کا پیارا ہے

جو انجمن آرا ہے، آستانِ جو ہمارا ہے

قدموں میں اسی کے ہاں

لے با و صبا لے چل

شہنشاہِ اویسیان محمد محمد

شہنشاہِ اویسیان محمد محمد
دورِ مسک احمد کے رکنی دورِ مسک احمد
مسک احمد دورِ مسک احمد دورِ مسک احمد
دورِ مسک احمد دورِ مسک احمد دورِ مسک احمد
دورِ مسک احمد دورِ مسک احمد دورِ مسک احمد
دورِ مسک احمد دورِ مسک احمد دورِ مسک احمد
دورِ مسک احمد دورِ مسک احمد دورِ مسک احمد

ادالتِ محمدیہ محمد محمد
مسک احمد دورِ مسک احمد دورِ مسک احمد
مسک احمد دورِ مسک احمد دورِ مسک احمد
مسک احمد دورِ مسک احمد دورِ مسک احمد
مسک احمد دورِ مسک احمد دورِ مسک احمد
مسک احمد دورِ مسک احمد دورِ مسک احمد
مسک احمد دورِ مسک احمد دورِ مسک احمد

رئیسِ شہنشاہی ہمارا ہے پروا
ہوئے مسک احمد دورِ مسک احمد

اشکھائے مضطر

محمد واحد یار خاں مضطر

راہِ حشر

میں شاعری کے فن لپیٹتے بہت دور ہوں اور
 نہ مجھے خیال ہے کہ میں شاعر ہوں۔ بہت محبت کے
 وسیع اور بسیط عنوان کو مانکر رہا۔ قلم کے اثرات
 سے مجبور ہو کر آنسو آنکھوں سے گر جاتے ہیں۔ اپنی تیری
 شاعری ہے۔ اب آپ اسے شاعری سمجھیں یا میری زندگی
 کے واقعات۔ جو کچھ بھی ہے، روبرو

آپ کا
 منعمور مجبور

غزلیات

رات کے جب ستاروں میں اُمیدِ محبت ہوتی ہے

منہم ستارے ہوجاتے ہیں مایوس جوانی ہوتی ہے

اُسوقت کوئی دیکھے اگر مایوسِ محبت کا عالم

جب چپکے چپکے روتا ہے اور رات اندھیری ہوتی ہے

ویران گنجائشیں ڈھونڈتی ہیں جب تکویرِ حسرتیں

دشمنِ خیال، کافی تقدیر کو میسر می روتی ہے

جب شامِ سہانی ہوتی ہے جب دُور سے کوئی گاتا ہے

اُسوقت آغوشِ میرے تصویرِ جوانی ہوتی ہے

یہ سب نہیں ہیں الفت یہ شکستہ ہیں آنکھوں کے

ہر دمِ نیست، اب تک شکرِ برمنون جوانی ہوتی ہے

شاید کہ سفیدِ الفت کا اب کبیلہ اسے موجوں سے

ہر دمِ مستی میں کچھ گمانی ہے اور روتی ہے

یہ محبت کے ساتھ دو باتِ جناب ہیں کہ پیرا

نہ نہ ختم آتا ہے عشق کی آوازِ رازِ سہ

میں بہت جہاں میں نغمے بگڑا
 اس پاسے نمازیں پڑھیں کو تہہ کا چلا
 اب تک تو رازِ قلب ہی پہ دل سے قاتل
 اب کیفیت بھی یہی غور سے دیکھو
 مدہوش آرزو ہوں مجھے کچھ نہیں
 کس کس کو رازِ واہِ محبت بت چلا
 اندری جڑیں میوہ دار کی
 میں ان کی شمعِ بزم بھی کر رہا ہوں
 دامنِ دل میں طور سے نغموں کو پیہر کر
 پھر زندگی کو زندگی تو بنا چلا
 اس چشمِ مست نے تجھ پہ ہوش بڑا کر
 جیسے کوئی شراب مار رہا ہے
 تو نے بتا کر کیا کامِ مستی کے واسطے
 منہ نہ کر تیرے واسطے سب پر پڑا

شمع خیال آج جو روشن نہ ہو سکی

بھیج اُمید مجھ سے اپنت کر نہ ہو سکی

دنیا تھام سو گئی السٹری کی ہاوس

میرے دل حزیں کی تمنا نہ ہو سکی

میرے خیالات کو بھی روئے مسگر

تم کو تو یہ بھی ہم سے محبت نہ ہو سکی

کچھ ایسا لہو گیا ہوں میں تیرے خیال

جو بات مجھ کو کرنا تھی وہ بھی نہ ہو سکی

اندھری بچو کی غم قلمبہ منظر

وہاں پہ پاؤں چھو محبت نہ ہو سکی

میں نے کہا ہے میرے یہ کہانی فراق کی

میرے یہ نوکریں سے اگر یاد ہو سکی

وہاں لکھا ہے یہ سب یہ سب انصاف

میں نے کسی کو نہ سنا بہتر نہ ہو سکی

”ساغر عشق یار پی“

محبسوم رہی ہے کائنات مست ہے اب ہر کائنات

خوب مئے بہار پی

ساغر عشق یار پی

مست ہو گئے جام کو دیکھ کے بیچ و شام کو

ہو کے توبے قرار پی

ساغر عشق یار پی

انجسم و مہر و ماہیں ہر سو درد و آہیں

پی کے اور ایک بار پی

ساغر عشق یار پی

کھلی گشتیں چھائی ہیں رنگ بہت رانی ہیں

ہر دل بے قرار پی

ساغر عشق یار پی

خون ہو یا ہوا شک غم پی لے تو آج دم بدم

دیکھ کے مرغزار پی

ساغرِ عشق یارِ پی

پی کے تو جسمِ جھوم کر ساغرِ جسم کو چوم کر

زیست ہیں ایک بار پی

ساغرِ عشق یارِ پی

تو بہ بھی تڑپ رہا ہے زندگی بھی تہم ہے

مستطیر زارِ تارِ پی

ساغرِ عشق یارِ پی

اب رحمتِ سکون مجھے در بدر نہ دے

اے دل نوازِ دل کو فریبِ نظر نہ دے

سوتا ہوں اب میں خواب کی دنیا لے لے

کہہ دو کوئی جدا مجھے وقت سحر نہ دے

مغمومِ زندگی کی فناؤں کے ساتھ ساتھ

اللہ کسی کو یہ سٹف مہر نہ دے

ہرگز یہ آگ بھی ہمارا دنا ہے اس لیے

یہ مشکبیر کوئی ہر کی آسان کرنے دے

اے کوئی سترِ جہانِ شمع کے ساتھ چلے میرے خراب حال کی آن کو خبر نہ دے

دنی سے یوں راہواہ سکے جا رہا ہوں

دنیا کا ہر گناہ سکے گیا۔ ہوں

نقشِ بہرہ، نقشِ مستدم ہو گیا ہوں

سجدے جو سب پناہ سکے جا رہا ہوں

مغیہ زندگی ہے تو ماہوس سے نظر

یوں ہر خوشی تمنا نہ سکے جا رہا ہوں

تار سے سنا کر رہتا ہوں فی حتم شوق سے

دکان کو بچوہ کاوا سکے جا رہا ہوں

پناہ نہیں بدلتا ہوں وہ دل سے

دل کو رہاؤں آہ سکے جا رہا ہوں

ذرتے بھی بدحواس ہیں، سے بھی بدحواس

وہ آؤں پناہ سکے جا رہا ہوں

جلوسِ عیث کر نگہ اختیاری سے

راگِ جہاں تب دسکے جا رہا ہوں

مجھ کو سندس کو سے چکی وہ چشمہ زینار

کیوں پھر یہ آہ سکے جا رہا ہوں

دل اپنے ذوقِ عشق کی وسعت کو دیکھ کر

فریادِ گدازہ گدازہ کے حصارِ ہا ہوں میں

منہظرِ سنارِ ہا ہوں انھیں داستانِ غم
یہ عشق میں گستاہ کے حصارِ ہا ہوں میں

پس پیرِ دوا جو تیرا ایک اشارہ دیکھا
دورِ نوبتِ نام کو وہیں جو تھا شاد دیکھا

مستِ مخمر گستاہوں سے جہاں لی کر دیکھا
اتھ بے سبب تھی کے ہر اک جام میں دیکھا

دورِ نوبتِ نام کو وہیں جو تھا شاد دیکھا
پس پیرِ دوا جو تیرا ایک اشارہ دیکھا

جس پر پیرِ دوا جو تیرا ایک اشارہ دیکھا
پس پیرِ دوا جو تیرا ایک اشارہ دیکھا

یہ سب کچھ ہے تیرا ایک اشارہ دیکھا
پس پیرِ دوا جو تیرا ایک اشارہ دیکھا

تربخیاں میں خود کو مشا دی رہا ہے

بستے بجا رہتا ہے کو بند دیر میں

کسی کی مسرت نظر سے مارا کہ آن نظر

جہاں ہوش و خروش بھی لٹا دیا ہے

یہ کہہ رہا ہوں میں گیت خودی کوئی نہ

نہ آریا و کہ نہ کو بیٹا دیا ہے

کیسے پا محبت پہ کر کے سجدہ شوق

کسی کو جان محبت بنا دیا ہے

کسی کے سامنے بچا کا کے شام لے مستعد

کسی کو رہا از محبت بت دیا ہے

گماشتا نفعت نہ دیکھتا کسی سے

مری زندگی کو نہ ٹوٹا کسی سے

خدا کے سے پر پختہ لایا ہے

بے بھی تو رہا دیا ہے

محبت میں درس خودی دیکھتے ہم کو

بہتر تو کہیں کا نہ رکھتا کسی سے

ہنسے کیوں نہ الفت پہ سارا زمانہ
کہ اب تک کسی کو نہ سمجھا کسی نے

درد عالم کو آہوں سے اپنا کروں گا
اگر آج مجھ کو پکارا کسی نے

محبت کے رنگین جلوے دکھا کر
گرایا کسی نے سبھی کو کسی نے

پہچان محبت منور کیا ہے
نظر سے گرا کر ستارا کسی نے

کسی سے گایا مضطرب زار کیا ہو
ہیں آج تک بھی نہ سمجھا کسی نے

ذی ب نور و الفت سے سلام کہتا ہے
خیر شہر سے محبت سلام کہتا ہے

نیک کر چشم کی رازوں سے آکے وامن پر
ہر ایک اشک محبت سلام کہتا ہے

درد عالم کو آہوں سے تم نے لٹکی
پہچان محبت سلام کہتا ہے

تمہیں نہیں تو تمہارے جہاں نہیں کو

ہر اک سستہ رو بہ حسرت سلام کرتا ہے

مباہرہ کے لئے ان سے اتنا کہہ دینا

جسے سب سے ظم کی ضرورت سلام کہتا ہے

وہ جس کو درس خواہی تم نے بڑا دیا ہے

بندہ نیاز بہ منت سلام کہتا ہے

وہ جس سے دورہ عالم بھی محض ہیں آج

وہ جس کی مسٹ کی عظمت سلام کہتا ہے

وہی ہے مضطر ناشران کو دیکھ

کام تر بہ شکایت سلام کہتا ہے

اگر وہ پھر بھی نہ چپا نہیں تو یہ کہہ دینا

کہ جس سے ظم کو بہ نفرت سلام کہتا ہے

چھایا ہوا دنیا پر مری رنج و الم ہے

چھایا ہوا دنیا پر مری رنج و الم ہے
پہرہ بکھی قسم وہ ہے مرا آنکھ بکھی غم ہے

تسکین عطا ہو یا نہ ہو جانِ تمنا
یہ جانِ حزیں تو تری ممنونِ کرم ہے

میں روتے ہوں روتے دو یہ میری طبیعت ہے
تو کو مرے روتے کا بھلا کس لئے غم ہے

وہ ہونگے غرض کہ ہو وہ نگہِ لطیف
اک راہِ بقا کی ہے تو اک راہِ عدم ہے

سنگِ درجہاں پہ حبیب کیوں نہیں رکھتا
اسے سفسر رہوش یہی اصلِ نرم ہے

کہ میں غم کے پتوں شاہِ جاہ ہوں
وہ بہت کی نعمت کو ٹھکرا رہا ہوں
اے روزیں میں بھی بہ جا رہا ہوں

نہ جہاں میں غم میں کیا پار رہا ہوں
نہ شہرِ بکھو جو بس رہا ہوں
نہ سناں بہتر سے ہے موٹا چست

نہ جانے تصور میں کون آ رہا ہے
 مجھے کیا شبہ ہیں آؤں بدبوشتی، حتی
 تمنا نہیں خود میری روتی ہیں مجھ کو
 سکھوں کی باتیں نہیں مانگتا ہوں
 کچھ پہ اپنے وقت اب دم کھڑکھلیں
 میں سن رہا ہوں، ہے ان کی نظریاں
 خواب کے ستاروں کو گنتا نہیں ہوں
 نے کی بدلت پسندی سے توبہ
 پسینہ جھیرا پرست قندارم ہوں
 کہاں آگیا اور کد نہ جا رہا ہوں
 چراغ سحر ہوں کب جا رہا ہوں
 میں خود قلب مضطر کو تر پار ہوں
 کہ آنکھوں میں اشکِ عالم جا رہا ہوں
 میں ساغرِ پیمائش میں جا رہا ہوں
 میں اپنی آواز میں جا رہا ہوں
 زمانہ سحر میں جا رہا ہوں

جہاں دیکھے ہے محبت کا ر
 یہ مضطر زمانے میں کیا پار ہوں

میرا کھڑکھڑے لئے میری ناہشتی ہے لئے
 وقت بت میرا کون زندگی تیرے لئے

بہ زندہ زندگی کا کردار ہے
 رنگ کی بے وقت کل ہے تیرے لئے

اگر اب جان تمنا کون دے گا کفر ہے
 بدبوشتی جا رہی ہے بدبوشتی

میرے سجدے بھی تو ہیں میرا کرم تیری عطا
خیر پھر کرتا رہا میں بندگی تیرے لئے

اُو پھر گریہ کنٹاں ہے اپنے مالِ زادہ پر
باسے وہ بکس جو روتا تھا ابھی تھے لئے

کچھ بدلتا جا رہا ہے انصر احم زندگی
اتنا پھر یہ ہے تکتا دل میں بھی تھے لئے

باسے وہی مرتبہ تیرا کہ جوتی ہے نیازِ درد و غم
یوں نہ رہا وہ اس کی زندگی تیرے لئے

تیرے شوق کے نیچے یہ سب ہفت آسمان ہوئے
اگر سجدے میرے محبِ دردِ سنگِ آسمان ہوئے

سوتے کیا ہیں مجبورِ بالِ اس کے رہبرِ مستنزل
مددِ مسرت رہی تہ کو شکرِ کاکرِ دال ہوئے

جس کی لیے مر گیا تیرا ہی افشہِ نرسِ پیرِ تہ
تیرے پرستار ہوئے تہ کو شکرِ کاکرِ دال ہوئے

تیرے سجدے پر وہی زندہ رہا انصر
تیرے شکرِ کاکرِ دال ہوئے تہ کو شکرِ کاکرِ دال ہوئے

سنگریاں بہت سے شقی ہو تانہ گر مجھ کو

مرے نامے فدا سے عشق میں کیوں رانہ رہتا

ترسے دور پر چہیں کو ہوش ہی آیا نہیں دور نہ

فدا کے آستیاں ہو کر خرابی آستیاں

نہ ہوتے تم اگر بہتر آدمی کا گر دل محفوظ

تو سزا دیتا کہ ہمارے کے قابل تم کہاں ہوتے

لشکین پار ہاتھوں دل بے قدرت

ہر آدمی کی مری تصویر، سدا ب

پھر انقلاب میں آدمی کائنات میں

قیمت کا فیصلہ تو ابھی تک ہوا نہیں

کیا کائنات شوق ہی مست ہو رہی ہے

ہم نے فریب جن کی دنیا کے آگے

نہ رہی مری بدلتی زمین پر بدلتی

کونسی بھی شوقی رہی ہو یہ سدا

اب اٹلت آستیاں مری شوق سے

دکھپیاں جولی ہیں شب بھر

پھر آگ، پھر آگ، پھر آگ، پھر آگ

سہ کوئی دل کیونہیں لہو پہنچا رہا

کیا مستیاں برس گئیں ابر بہار سے

بہار میں آتش کی آگ بھڑک رہی

داماں ہمارے ہمارے ہر ایک تار سے

موتوں کی سیاتی دن کی گھبراہٹ

مستطیل زمین کی ہونہار گھبراہٹ

مستطیل زمین کی ہونہار گھبراہٹ

دل پاپا غم دلبر کے لئے

دل پاپا غم دلبر کے لئے	منہ خط دے دے ابرو والے
منہ خط دے دے ابرو والے	نریا دے ابھی سے کیوں نہ کروں
نریا دے ابھی سے کیوں نہ کروں	برہم چہ کیوں گھبرا رہا ہے
برہم چہ کیوں گھبرا رہا ہے	بہت لاکہ کہاں جا کر مانگوں
بہت لاکہ کہاں جا کر مانگوں	جہ رندوں کے تو بہ توڑی
جہ رندوں کے تو بہ توڑی	یہاں ٹٹا بیٹھے مسم تو
یہاں ٹٹا بیٹھے مسم تو	

مفتل کی مفتل روٹی ہے
مفتل کی قسم مفتل کے لئے

منہ خط دے دے ابرو والے
نریا دے ابھی سے کیوں نہ کروں
برہم چہ کیوں گھبرا رہا ہے
بہت لاکہ کہاں جا کر مانگوں
جہ رندوں کے تو بہ توڑی
یہاں ٹٹا بیٹھے مسم تو

مستِ فغان نہ چھڑ سارا

زندگی کے رباب میں
خوشی کے انقلاب میں
مانا تجھے سکوں نہیں

کینٹ ہے غم ہے اور خوشی
پانی گئی ہے بے بسی
پھر بھی وہی ہے غم نواز

مستِ فغان نہ چھڑ سارا

حسرتِ رابے گال نہ دیکھ
صورتِ رازِ داں نہ دیکھ
آج بھی اس طرح سے پھر

کافی گنتا پہ کر نظر
اپنی دمناس پہ کر نظر
تر نہ ہو جس کی چشم ناز

مستِ فغان نہ چھڑ سارا

مست ہو گا پیناستِ دل
رقص کرے حیاتِ دل
تجد پہ خدا کی ہر ہو

یہ بھی تری خوشی سہو
یہ بھی تری خوشی سہو
در تری تسمہ ہو و راز

مستِ فغان نہ چھڑ سارا

ایا فلک سہرا میں
وہ لے مہرِ حشرِ حریف

سہرا ہو دہے بہا
نہ میں بت کی خبر تہا

ٹھہر خدا کے واسطے فاشش نہ کر ظالمِ راز
مستِ فغاں نہ چھڑ سار

اگر مجھ سے بڑی تصویر بچانی نہیں جاتی
مری بزمِ تمنا کی یہ تا باقی نہیں جاتی
نگاہِ ناند پہ ایساں ہی کیا دنیا لٹا بیٹھے
خدا شاہد ہے پھر بھی کفر سامانی نہیں جاتی
خدا جانے کہ دنیا میں قیامت آگئی ہوئی
گر آؤ زردن و دنیا سے بچانی نہیں جاتی
مرے آنسو کا ہر قطرہ خاک پر کچم بن جاتا
اگر آؤ رسا سے دل کی آہِ پرائی نہیں جاتی
میں اپنے غم سے بچنا کہ کینت سر پاتا زردن سے غم خور
اگر نہ ہو جتنا غم پریشانی نہیں جاتی

ہر بات کو دل سے نہ بھٹا دل کو کیا کرے
مکمل کو نہ مگر پہرے کو کیا کرے
زیادہ سے دل کو نہ بھٹا دل کو کیا کرے

بہتر سے کہہ دینا دے تو کیا کرے
بہتر سے کہہ دینا دے تو کیا کرے
بہتر سے کہہ دینا دے تو کیا کرے

جس شمع بھی نہ موٹے ہو اور نہ مہر بھی نہ پوٹے

ہر آن سے رودادِ محبت کی حقیقت

اتر کسی صوت سے تو تسکین ہیں پاؤں

مغضہ میں بھلا غم کی کہانی کو شکر

مغضل کو بھی غم نہ بنوں تو کیا کروں

پڑائی کی باتوں میں نہ آؤں تو کیا کروں

کوئین کے انگوٹھے نہ پہناؤں تو کیا کروں

تاروں کو کہانی نہ سنوں تو کیا کروں

ظلم و وجہاں ہو کر مٹا ہوں

اُبھارا اس طرح وارفتگی نے

یہ میرا دامن رنگیں ہے شاہد

بھلا یا اس رستا کی زندگی نے

کسی کی مہربانی کے قصہ رقی

عری پرور کی تحسین و یکسو

میں خود اپنا نشان ہو کر مٹا ہوں

زمین سے ریتاں ہو کر مٹا ہوں

میں چشمہ نو انشائاں ہو کر مٹا ہوں

کہ اپنا راز دیاں ہو کر مٹا ہوں

کسی پر مہر ہوں ہو کر مٹا ہوں

خبر کا رواس ہو کر مٹا ہوں

نزدیست بھی دیکھتے ہیں غائب

زمین پر آسمان ہو کر مٹا ہوں

ہستیوں کو جو ہم پر پیہر پہنائے کریں

یہی نور ہے اپنی بربادی کا سر پہ

چاک و اماں کر چکے ٹکڑے گریباں کر چکے
 دں کو ویراں کر چکے ہستی کو قرباں کر چکے

سوز و غم اور آنہ و نالہ سب کو تھاں کر کے ہم
 رات پتھر روشن چراغ داغ داغ ہجراں کر چکے

اب قرار جان دے یا اور کرو سے بیقرار
 ہم تری ہستی پر اب ہستی کو قرباں کر چکے

بہرے دل ہیں کچھ حسرت نہیں اے ہمنشاں
 سیر ہستی کر چکے سیر گلستاں کر چکے

میرے قلب بٹلا کر کچھ سکون حاصل نہیں
 کون یہ کہتا ہے وہ زلفیاں پریشاں کر چکے

نہیں گل آئے نہ آئے اب جنوں ہو یا نہ ہو
 غمزدہ شاد ہم چاک گریباں کر چکے

یاد رہے کہ ایک دل بردہ

میں چھپ چھپ چھپ چھپ چھپ چھپ

ایک دل بردہ کا دل

میں چھپ چھپ چھپ چھپ چھپ

یہ شاعر نے کہا ہے

میں چھپ چھپ چھپ چھپ چھپ

ایک دل بردہ کا دل

میں چھپ چھپ چھپ چھپ چھپ

میں یادیں تیرے روتا ہوں ازیست کا تو حاصل بن جس
 ہیں جسے ہر لمحہ میں ڈوبتا ہوں اے موتی اہل ساحل بن جس
 دربارِ محبت میں مہم نظر
 کچھ مانگ لے ورساں بن جا

نظر کے واسطے حسن و شباب چاہیے ہے
 مجھے پیاس لگی ہے شراب چاہیے ہے

ہوسِ تابِ بہار کی ہر اک شے پانی
 دلِ شیراز کو دلوں ایتھ شربِ چاہیے ہے

تمہارے نام کے کیوں نہ بندھیں دلیاں
 زین کے بند کو شاید شباب چاہیے ہے

نکاہِ ناز سے اکتاہٹ ہو رہی ہے
 مگر ہی کو دیکھتے نظر اب چاہیے ہے

نقدِ جگر کی ہوا اور ہر جان ہی مست
 کون قمار کو اس بار چاہیے ہے

یتار ہی ہے یہ تاروں کی ہر سہل
 زین کے بند کو شاید شباب چاہیے ہے

نی لئے تو ہوں مضطر ازل سے ہیں مضطر
سکونِ دل کی قسم اضطراب چاہئے ہے

صبح ہے میری نہ وقتِ شام ہے میرے لئے
ہائے میری زندگی ناکام ہے میرے لئے

شہر کہاں اور زندگی کے پرسکون لمحہ کہاں
زندگی ایک ٹھنڈت ہیں بدنام ہے میرے لئے

یہ سمجھتا ہوں میں تیرے ظلم کو بیدادگر
ظلم تیرا زیست کا پیغام ہے میرے لئے

ہر طرف غم ہے نمایاں ہر طرف خاموشیاں
ہاں فنا ہے دہر بھی خود کام ہے میرے لئے

کیا کروں گا پل کے میں اسباغِ زمیں ساقیا
اُن کی نظرِ مہربانی اک جہم ہے میرے لئے

زیرِ ناز کس طرح میں اپنی قسمت پر شمار
پیرِ عشق و محبت نام ہے میرے لئے

نہ غمِ شہت کی تمنّا ہے نہ صفا طرِ عیش کی
نہ رفتِ بہارِ دلی ہی اک آرام ہے میرے لئے

پہاڑوں اُڑتی ورنے سے لنگر بہ ہیں آفت
نی اکرے کہ نہ بند جس ہوا تھا سپاہ آفت

نہا حسین پہ بکھرے ہیں نور کے گیسر
اندھیرا سو گیا دارن باہتلاب میں آفت

نہ کے سامنے فو ووسس آگنی میر سے
کہ ان کو دیکھ رہا ہوں بہان خواب میں آفت

میری بنگا و تخت س نے ہر سرور کو
کوئی جو ب نہ پایا تم سے جو ب ہیں آفت

ہو جس کے کینٹ ہیں مدبوشتی تمام بہاں
وہ کونسا ہے ترنم ترے جو ب ہیں آفت

نکار و نقش نیک دیکھتے ہیں ویر شاہ
تکلیات نہا ہیں بہتلاب میں آفت

کسی کی پٹری سیر کی کرشمہ سازی سے
عجیب کینٹ سا پایا ہے خطر اب میں آفت

سنوورن دب ہیں دھماکے اُکھٹے
تر بھی نہ دیکھ جائے کہ کتاب میں آفت

منہ پر ہنس کے کہتے تھے پشیمانیوں
 بچے مسکاتے تھے کاغذ واپ ہی سامان کروں
 جی ہیں تباہی کے ہر موٹے کوٹوفاں کروں

خسار ہوش تیری جنبش ہڑکاں کی قسم
 ایک دل ہی کو نہیں جا پڑیشیاں کی قسم
 میر کیا پیر ہے ان عارض تباہی کی قسم
 تیرے جلوؤں کی بہار ونپہ گلستاں کی قسم
 زیست تو زیست میں فردوس بھی قریاں کروں

نیکوئی ہے مری زندگی وہ چشم سیاہ
 دو دنوں عالم کو کروں حال سے اپنے آگاہ
 پھر ہوا جاتا ہوں اس بُت کی محبت میں تباہ
 آج منہ پر یہ ارادہ ہے کہ بھر کر اک آہ
 ہستی و مرگ کے ہر راز کو غریاں کروں

بنا تیر فسون جو مانگ پیدا ہو گئی
 کہ یہ سیکشٹی تو مجھے یاد ہی نہ تھی
 برباد زندگی مری آباد ہو گئی
 کالی گشتا کے آتے ہیں کیوں یاد ہو گئی
 برباد ہونے والی کتنی برباد ہو گئی
 شاید کہ پھر کسی کو مری یاد ہو گئی
 برباد ہوتے ہوئے بھی آباد ہو گئی
 پھر آج ان کو میری وفایاں ہو گئی
 ورنہ پھر لو نہ زندگی برباد ہو گئی
 برباد فسون جو مانگ پیدا ہو گئی
 کہ یہ سیکشٹی تو مجھے یاد ہی نہ تھی
 برباد زندگی مری آباد ہو گئی
 کالی گشتا کے آتے ہیں کیوں یاد ہو گئی
 برباد ہونے والی کتنی برباد ہو گئی
 شاید کہ پھر کسی کو مری یاد ہو گئی
 برباد ہوتے ہوئے بھی آباد ہو گئی
 پھر آج ان کو میری وفایاں ہو گئی
 ورنہ پھر لو نہ زندگی برباد ہو گئی

”اُن سے“

اچھن آراستہ سچی جان کشن کُنزار
اگر تجھ پر ہے بہارِ زندگی کا انحصار

اُن کے واسطے پھر پھیکا پھیکا ہو رہی
یہ گلِ رعنا کی زینت و رنگشن کی بجائے

اگر پھر وادی سے اُٹھے جھوم کر دیوانہ وار

کیفِ زارا اور مسرت ہو کر آئے پھر بادِ بہار

تو سازِ زندگی کو چھوڑ دے منہ بے غش

کیفِ نسا ہو جائے تاکہ اور بھی دل کا تار

اگر تجھ کو دل کی ہر گ سے میں وابستہ کر دوں

اگر ہر سو ڈھونڈتی ہے تجھ کو چشمِ انتظار

اگر تیرے حُسنِ رنگیں کی بدوست سن رہی

جھوم کر آئے ذرا سوئے چمنِ ابرہہ

اگر تیرے حُسن سے پیدا ہو رنگِ صبح و شام

پتھر بکرنے والے ہیں گیسو کے شامِ مشکبار

اگر پھر بزم تمنا ہو صری ہنگامہ کن
سپت احسانوں سے کرے قلب کو تو زیر بار

اگر تجھ بن زینت و پروہم مفقود ہے
عشق کی تشکیل فطرت کا ہے تو ہی راز دا

اگر یہ دامن گشت پر منظر ہے ہی سبک نسیم
کہ فسرود دیکھے دیکھے چل رہے ہیں آتش

اجمال حسن کی کافرا و اول سے پلٹ
صرف میرے دین اور دنیا کا پروا الیکبار

اگر منظر ہے ہی سکین زندگی بھی لڑے
تو ہے لعل صری زہر و ولی بھی لڑے

سے دل کو کیا کروں لیر خوشی کو کیا کروں
ہائے جب تم ہی نہیں تو زندگی کو کیا کروں

اگر تیرے ہنسے اگر پھر لڑے سنا کر تو بہ ہنگامہ کن
بہشت کو کیا کروں خود فست کی کو کیا کروں

نہ میرا ہی خوشی ہے باطلت کچھ بھی نہیں
سے نہ دیکھتے ہیں سر خوش کو کیا کروں

چشمِ تر کے پاس تو دوا شک بھی باقی نہیں
زندگی بتا کہ ایسی بے بسی کو کیا کروں

دیر کی خود داریاں بھی لاکھ نکل بیوں میں
جو مٹاؤں زندگی میں میں نہ ہوں گویا روبا

اب تریم ناز سے نکلا نہ وہ جب ان نگاہ
یہ فضا میں مست مست اور چاندنی کو کیا کرے

مشکل اور ارق پریشاں کیوں نہ ہو میں نے
میں کتابِ لیست کی بے بسی کو کیا کروں

طور ہو یا پردہ نور جمالِ ناز نہیں
غلام ہو جو رکشہ اس روشنی کو کیا کروں

زندگی بے کیفیتِ بڑوں میں سکون دے رہا
ہائے غم غم ہیں ایسی زندگی دیکھا روبا

مری نگاہ کو تسکین دلائے جاتے ہیں
منسوب ہو وہ مجھے جوئے کھا جاتے ہیں

خوس و ہوش پہ ہنسی لڑا ہے ہر سانس
نکلتا ہے لڑپہ و مسرت ہر سانس

دلِ حزیں تری تکمیلِ داستان کے لئے
وہ خود نگاہ کے مرکز پہ آئے جاتے ہیں

اگر میں آہ کی تمہید کو بیاں کر دوں
ستونِ عرش ابھی ٹوٹ کر گئے جاتے ہیں

میں اکیسٹے آہوں کو روک لے منظر
کہ اتنی آنکھیں ہیں اب اشک آئے جاتے ہیں

لبِ نازک سے بھی نالے جو نکل جائیں گے
اپنی تصویر کے ہر رخ کو بدل جائیں گے

وہ دم کے مری زینت سے وابستہ نہیں
پہ پہنچ جائیں گے تقدیر بدل جائیں گے

خام ہو جائیں گے جلوؤں کے نظارے
گرہنے والے بھی کسی طرے پہنچ جائیں گے

کر کے برباد جسے یا کہ تماشہ کر کے
رستہ آ کر تری پیموں کے یہ بل جائیں گے

سنگِ چٹان پہ ادا کر کے محبت کو
کعبہ کو منظرِ تماشہ بھی مل جائیں گے

گڑبلا سے خطاب

اُسے خاک کر بلا ترے صدر سے ترے نشان

تجہ دیرا نہاں ہے دینِ مہر کا تا جسہ در

وہ جس کے صبر و شکر پہ دنیا کا زور ہے

جو صبر و شکر پہ دنیا کا زور ہے

وہ جس نے سہرہ کے ٹالہ کو ستم مند سے اُٹھ کی

وہ جس نے راد حق میں کٹ دی سب زندگی

وہ جس کے ذکرِ پاک سے مٹا ہے دل کو چین

وہ جس کا ہم پاک نہاں ہے سب حسین

اُسے خاک کر بلا تجھے اس کی خبر نہیں

پتھر کی برف ٹھیک ہے مہر وہ کی نہیں

اشک کسی کی یاد میں مضطرب غم بہا کے دیکھ
رونگا تیرے ساتھ ساتھ اسکو بھی تو رولا کے دیکھ

عشق خراب حال کی جڑاتیں آزما کے دیکھ
خوبی حسن تو دکھا مجھ سے نظر ملا کے دیکھ

قلب و دگر شکار ہیں روح کو بھی شکار کر
آج نگاہ ناز پھر تیرا کہاں چسلا کے دیکھ

طاقت وید ہی نہیں میری نگاہ شوق کو
اب نہ خدا کے واسطے پردہ رہا اٹھا کے دیکھ

بشقت کی تیرا ریاں حسن کی بے وفائیاں
دیکھتا ہیں اگر تجھے دل کو کہیں لگا کے دیکھ

عشق

کسی سے کیا کہوں کیا کیا بنا کے دیکھ لیا

جنون عشق میں در در پتھر اس کے دیکھ لیا

عز نفس دیکھ سے نہ تجھے آزما کے دیکھ لیا

یکہ سے نہ کا ہر پاسے دیکھ لیا

دور سے تیرے مٹا کے دیکھ لیا

نہ آیا زیست میں اک لمحہ شادمانی کا ویسا کسی نے بھی کب ساتھ نہ گزرا فی ہ
 ہر شک راز تھا اس مفرودہ جوانی کا نتیجہ نکلا نہ کچھ بھی مری کہت فی ہ
 انہیں بھی قصہ الفت سنا کے دیکھ لیا

جہانِ عشق میں اس طرح زماں کی کاٹی نہ چشمِ ترکی کبھی اور نہ آدھ پیسہ کی
 غرضکہ کوئی خوشی بھی نہ مہم نے کی پوری دلِ حزیں کی تمت نہ کوئی بھی ٹکی
 دلِ حزیں کو تمہارا بٹنا کے دیکھ لیا

کسی کی راہِ تنگی اور غم ہے دل پر کسی سے کچھ نہ کہا اور نظر بھی نہ سُر
 غرضکہ منظر و محزون رہا یہ دلِ شبِ خبر کسی کے آنے کے وعدہ پہ نہ ملے شہر
 نگاہِ شوق کو پتھر بننا کے دیکھ لیا

نہ سارِ محبت اور کر رہا ہوں تمہا سے ملے نہیں دُعا کر رہا ہوں
 تری یاد ہے حاصلِ زندگانی تجھے یہ دے دیوت کر رہا ہوں
 جہانِ محبت مشاحبِ رہا ہوں کسی کو سپردِ غم کر رہا ہوں
 نہ جلتا یہ دل تو فغاں بھی نہ ہوتا جو کچھ کر رہا ہوں بجا کر رہا ہوں
 مری ہمتوں پر نہ رہا ہے حیراں تمہیں سے تمہارے کر رہا ہوں

یہ آنکھوں میں آنسو نہیں میرے منظر

حقیقت میں شکر نہ کر رہا ہوں

غزلیات

نکست فغان صاحب دود و غزلیات

پھر آہ بے پناہ کئے جا رہا ہوں میں
ان کا سکون تباہ کئے جا رہا ہوں میں

جیسے کہ لٹ گیا ہو کوئی راہِ شوق میں
ہر سمت یوں نگاہ کئے جا رہا ہوں میں

یہ جانتا ہوں میں کہ محبت گناہ ہے
پھر بھی وہی گناہ کئے جا رہا ہوں میں

تیرے بغیر قلب کو وصل نہیں سکھیں
یہ بے بغیر آہ کئے جا رہا ہوں میں

راتوں کو چھڑ چھڑ کے نعماتِ زندگی
ماروں کو بھی گواہ کئے جا رہا ہوں میں

بچہ سے جدا ہوا تو زہ نہ کہے ٹاکب
یہ سوچ کر شب دے جا رہا ہوں میں

ماتے بھی سوچے مری تقدیر کی حریت
بیکار آہ۔ آہ کئے جا رہا ہوں میں

جس نے تباہ کی مری سہارا کی
سب بات سے تباہ کئے جا رہا ہوں میں

خوشی محسوس کرتا ہوں نہ غم محسوس کرتا ہوں
میں جس غلام ہیں ہوں تیرا کرم محسوس کرتا ہوں

اسی باعث مجھے اب لطف جینے کا نہیں ملتا
فلش جودل میں رہتی تھی وہ کرم محسوس کرتا ہوں

سمجھتا ہوں کہ تکمیل محبت ہو گئی شاید
میں جب نہ نہ کسی آنکھوں کو غم محسوس کرتا ہوں

نکل آتے ہیں ہنستے ہیں بھی آنسو دیدہ تر سے
خوشی میں بھی ہیں اب عنوانِ غم محسوس کرتا ہوں

بے احساس ہی باقی نہیں اب ظلم کا ان کے
ستم کو بھی بہ اندازِ کرم محسوس کرتا ہوں

بھری برسات میں لے دوڑ کوئی یا و آسمان ہے
جگر میں درد ہے آنکھوں کو غم محسوس کرتا ہوں

دشمنِ بڑا بہ ہوں خوشی کے قسدر کی
ت سے دن کشی بچہ شرمسار کی

کیا جانے کس نگاہ سے دیکھ دوں
دشمنِ بدل گئی مرے صبر و شرم کی

میں کسکے آنسو پہ سکوں کی دعا کروں
تو اختیاری کے نہ اہل اختیاری کی

میں بے نیاز شادی و غم ہو کے رہ گئی
مجھ کو صوب نہیں ہے سکون و قرار کی

وہ بھی بدل گئے مری تقدیر کی طرح
تاثیر ہے یہ گردشِ لیل و نہار کی

اللہ تو ہی بخش دے اب تو سکوں بٹنے
تدبیر کیا کروں میں دل بے قرار کی

بے کیف بھر دوست ہیں بے لذت بہار
میرے لئے خزاں ہے یہ صورت بہار کی

اب بھی ہیں دل میں دو روپیہ دلوں کے اندر
مجبور ہو کے وضع سکوں اختیاری کی

مہار سے سامنے آنسو بہا چکا ہوں میں
لفظِ اظہار میں سب ہی کچھ سنا چکا ہوں میں

ہے رازِ عشق بڑی راز پرستِ سر ز ہزار
قدیم قدم پہ یہاں تو کھڑا چکا ہوں میں

ہے جس کا نام پیسے کی دل خراش صدا
یہ نغمہ بر بیلِ دل پر سنا چکا ہوں میں

اُسی نگاہ سے پھر دیکھ لے مجھے حُر کر
کہ جس نگاہ پہ سب کچھ لٹا چکا ہوں میں

ترے خیال نے بھٹا ہے نہ طراب مجھے
ترے خیال سے تسکین بھی پا چکا ہوں میں

خدا کے واسطے رونے لے لے خیال سکوں
بہت ہنسنا ہوں بہت مسکرا چکا ہوں میں

نہ پوچھ مجھ سے محبت کی رفعت میں واغظ
ترے خدا کو بھی اپنا بنا چکا ہوں میں

مجھے یقین ہے ہاں ہاں بھاؤ گے الفت
قسم نہ کھاؤ تمہیں آڑا چکا ہوں میں

جتنے نہ یاد دہراؤ اساتذہ عشق
تسلی کے واسطے سب کچھ بھجا چکا ہوں میں

سکون کی مجھے آئے دور اب نہریں حاجت
نہ جانے کونسی منزل پہ آچکا ہوں میں

غم و وہاں ہے نہ بت فکر ہستی
 فریب و دو عالم سے نظر میں بچا کر
 ہوا کون تو بہ شکن میکہ سے ہیں
 ہر اک سمست ساقی ہر اک سمت باد
 تمہا سے لئے ہیں دو عالم کی خوشیاں
 مدامت رہے یہ مری مے پرستی
 کروں یک جہد بہ اندازِ مستی
 دو عالم پہ چھائی ہوئی ہے جو مستی
 نظر میں سمائی ہوئی ہے وہ مستی
 جہاں ہیں ہے وقتِ الم میری بستی

یہ صدقہ ہے اسے دور پس مے کشی کا
 ہر اک شمع ہیں ہے جو اندازِ مستی

خوشی میں بھی خوشی حاصل کہاں بد
 لٹاؤں آئیں تجھ پر دونوں عالم
 یہی موجیں ہیں شاید میرا ساحل
 تھکا جاتا ہوں میں منزل سے پہلے
 نہیں ملتا ہر اذوقِ تجسس
 وہ ہیں بچہ بچی سکون دل کہاں رہا
 اے کوئین کے حاصل کہاں رہا
 خبر مجھ کو نہیں ساحل کہاں رہا
 مدد کر جا بے کامل کہتا رہا
 بتا منزل مری منزل کہاں رہا
 کہاں ہے اس مے پر کامل کہاں رہا

تمہا سے دور کوونیب سے تمہیں
 کسی پہلو سکون حاصل کہاں ہے

محبت جس قدر جزوِ رگ جاں ہوتی جاتی ہے

طبیعت مستقیل اک غم کا عنوان ہوتی جاتی ہے

میں جتنا ڈھونڈ رہتا جاتا ہوں تسکینِ دل منظر

طبیعت اور بھی زائد پریشاں ہوتی جاتی ہے

بچے اپنی تباہی کو گلہ زیب نہیں تم سے

میری تیر میری جیسا دشمن جاں ہوتی جاتی ہے

اے ناوکِ فلک تو چھوڑ دے اب دیکھنا نجد کو

تری ہر ہر نظر جزوِ رگ جاں ہوتی جاتی ہے

ان اڑنے والے جتنے دل فریبی بزمِ عالم میں

نکریں سے لے کر دنیا ہی ویراں ہوتی جاتی ہے

لنگاہوں کو کہوں کیا دور یہ عالم ہے الفت میں

خدا شاہد ہے میری روتا گریاں ہوتی جاتی ہے

دشمن ہیں آسمان و زمین ہائے کیا کروں

سنا نہیں ہے چین کا پیر ہائے کیا کروں

جس در سے میرا ٹٹا یا تھا ہو کر ذلیل و خوار

سربِ زور پہ چہ چھوٹتی ہے تیرا ہائے کیا کروں

یہ کس طرح کہوں کہ نہ آؤں گا تیرے پاس
بس میں نہیں ہے قلبِ حریف ہائے کیا کروں

تم کیا جدا ہوئے کہ نہ بدل گئی
چچا نہیں ہے کوئی حریف ہائے کیا کروں
میں ترکِ آرزو کی قسم کیا تو لوں مگر
یہ قلب مانتا ہی نہیں ہائے کیا کروں

نقشِ قدم کو دیکھ کے سجدے تریپ اٹے
پھر دُور جھٹک رہی ہے جہیں ہائے کیا کروں

میری نظروں میں ہے ویراں کل جہاں تیرے بغیر
ہو گئے تارِ یک یہ کون و مکان تیرے بغیر

دل کی دنیا بوٹنے والے ہستِ تاجِ دار
کس طرح کاٹوں گا اب عمرِ رواں تیرے بغیر

پہر مجھے گزری ہوئی برسات یاد آجائے گی
کس طرح دیکھوں بہارِ گلستاں تیرے بغیر

نہیں آئی ہے نہ دل کو چین ملتا ہے کب
اک تریپ ہی ہے مجھے کینِ جاں تیرے بغیر

اب کہاں ہیں دور میں پہلی سی وہ رنگینیاں
ہو گیا ویران اس کا کل جہاں تیرے بغیر

ناز و نیازِ حسن کی دنیا کہیں ہے
تجہ کو تری قسم نگہِ عاشقی نواز
لمتا ہے اضطراب میں اب لطفِ زندگی
لے چشمِ نوحہ گریو نہی آنسو بہائے جا
بل جانے کاش ایک محبت بھری نظر
لے دور بے وفا ہے زمانہ کی ہر روش
جسے کون اس جہاں میں کہ اپنا کہیں ہے

دردِ دل میں نغمہ نگارِ ناز ہے
میر کی فرید و ایک نغمہ بن گئی
کہرامِ دیں آنکھیں حریفِ سحر سے
خورتے کئے سیرِ ناز و دل

دورِ پسران پر طبیعت آگئی

میر کی بر بادی کا یہ آغوش ہے

خدا جانتا ہے کہ یاد آ رہے ہو ؟

نفسِ مری پھر سامنے لگے ہو تمہیں کی دنیا پہ چھٹے سنگے ہو
تصور میں پھر "آہ" آنے لگے ہو لگ رہے بھی تھے کو ترپا بستے ہو
خدا جانتا ہے کہ یاد آ رہے ہو ؟

ابھی تک نہ اُترا خمارِ محبت ابھی تک اسی حال میں ہے بیت
ابھی تک نہ دل سے گئی بے درشت مجھے کچھ بھی بتا ہوا پار ہے بیت
خدا جانتا ہے کہ یاد آ رہے ہو ؟

نہ دل میں سرت سے نہ سب پہ پہنچے ہیں نہ آپ کو عکس وہ انکی خوشی ہے
عجب بے کالی ہے عجب زندگانی ہے بن رہے دل کو آٹھ پر ہے بیت
خدا جانتا ہے کہ یاد آ رہے ہو ؟

تمہیں نے دیا ہے دل پر محبت تمہیں نے کوئی دھڑکوا پی سنت
تمہیں دیکھو بے تکاسکی رات تمہیں آج بھی اس کو ترپا بستے ہو
خدا جانتا ہے کہ یاد آ رہے ہو ؟

بربطِ اشک چھڑکے ہیں سے انہیں رُلا دیا

عشق نے آج حسن کو اپنا ہی سا بنا دیا

انکھوں میں اشک خشک لب پہلو میں دلِ درمنظر

لے کرے بختِ نارسا کیا یہ مجھے بنا دیا

بہلی چاکے کے اور بھی دل کی لگی بھڑک اٹھی

جیسے گری کی رسم نے فوقِ نظر بڑھا دیا

آیا ہوں وہ برا بھلا طے کے پیامِ زندگی

ہل گئی دل کی ہر کلی کون یہ مسکرا دیا

بڑھتا ہے سب تیرا دفتر کی چشم سے اشک کے ڈال

یہ دے بس کی پیش ہیں آکے مجھے رُلا دیا

کہا سچہ کر و توڑ دے کچھ سوں درکارِ راز دیا

نہ سنا بکریوں کو کبھی بھی دوستی آئی نہیں

نہ جبرِ بے کئے پھر بھی نہ بے آلی ناز دیا

بہتر ہے یہ میری زندگی کی بات دیا

سب حرفِ زرد دیا، اکا بول، نہ بول دیا

تکڑی گزریں مہر سے، لب پر ہنس دیا، لب پر

موت سے کہند و اگلی قسمت نہیں آدور کو
نک و کیوں رہی ہے جو کہتی سلی ہنسی

کیا ہائے کب کشتی سے نکلا و جمال میں
ہر ذرہ کھو گیا ہے کسی سے خیال میں

اب کیا طلب کروں مجھے سب کچھ تو مل گیا
دستِ کریم آگیا دستِ سوال میں

سے جذبِ بھڑوی مجھے اتنا ایسا تو دے
بیٹھا ہوں بے خبر سائیں کس کے خیال میں

دستِ سوال کیوں بڑھتے غیروں کے سامنے
مٹا ہے مجھ کو لطفِ تجھی سے سوال میں

کیا کامیاب ہو گئی فنی دنیا
آنسو چھٹک رہے ہیں نگاہِ بین میں

مجھ کو نہ پیڑائے خاشاک و دردِ زندگی

شادوں بول خندہ زن ہو کر اپنے خیال میں

مجھ کو خبر نہیں کہ کس سے کس سے دور ہو

تو تو بہت مست ہو کر ان کے خیال میں

دکھ رہی ہیں کہیں مگر نہ رسا نہ ہوسکا
تو کٹھن تر ہے نقیب ہیں اس سے سوار ہوسکا

پھر تو زباں سے شکر و بخت ادا نہ ہوسکا
ساٹنے تب وہ آگیا کوئی گلہ نہ ہوسکا

بخت سے کٹھن شکر و بخت کی بھیر رکامیں
تب سے کٹھن و انٹھی گلہ اس سے گلہ نہ ہوسکا

ارض و سماں بھی جھج اُٹھے دیکھ کے مجھ کو غم
میری وفاؤں کو مگر غم سے وصل نہ ہوسکا

بخت ہر اپنی گریبخت ہر اپرا بگڑا گیا
سب سے بگڑا بڑا پتیر لیاں کوئی ہر نہ ہوسکا

وہ پہ کسی کے غم بھرتا صیغہ سار ہر
وہ رے سے پھر بھی دیکھتے تھے؟ دانا نہ ہوسکا

ایسا تو سحر زانہ کی معجزہ ہوتی ہے
مگر وہ سحر کی نشہ معجزہ ہوتی ہے

اس کے ور و خیرت تو میرا تہ پادہ الی ہے
ترک نہ رہتا ہے نہ ہر زانو نہ ہر ہاتھ ہے

تھوڑے تھے جب کیا بہ گھر سے دھیر
مری نظر دھیر یہ دنیا ہی معلوم ہوتی ہے

مری ناکا میوں نے کرویاں لہڑے بیگانہ
مجھے اب زندگی بے ٹکٹ کی معلوم ہوتی ہے

نہیں تجھ سے مگر جان تمنا دور کو تیرے
اسے تو اپنی قسمت تو بڑی معلوم ہوتی ہے

دہری آنکھوں سے آنکھیں مڑ کے ٹوٹ گیا
کسی سے پھر سے پھر سے مڑ کے ٹوٹ لیا

کسی کو غور پہ بے ہوش کر دیا تو نے

کسی کو رزق حقیقت بتا کے ٹوٹ لیا

قلم بے جاگ اٹھا بنت برباد

جسے تھوڑے ہنس بٹا کے لوست لیا

بے حس و حال کیسے کیا بہت

مزارِ حشر زوئیں کے ٹوٹ لیا

بگڑا ہوا کی جو لائیں رہے آج

دل غریب پہ بھجلی گرا کے ٹوٹ لیا

جیسی تو چین نہیں ہے دل شکستہ کو
کسی نے دور کو اپنا بنا کے لوٹ لیا

مصر ارج عارضی ہے خوشیاں منار ہا ہوں
اب خود کسی سے اپنا دامن بچا رہا ہوں

اللہ کی محبت ہر ہر قدم پہ سجدا
وہی لٹا چکا تھا اب بھی لٹا رہا ہوں

اے انقلابِ عالم پیرے کرم کے صدقے
رہ رہ کے اب کسی کو نہیں یاد آ رہا ہوں

جس راہ پر لٹے تھے ہوشِ دھواں اپنے
اس راہ پر غلط رستے پھر آ جا رہا ہوں

دل کو کسی پر سونپنے کی گرجا تھا
اب جان رہ گئی تھی وہ بھی لٹا رہا ہوں

سب سے انکسار ہیں آنسو وہ لب پہ آہِ جیم
انہ رے ایک کو اپنی بے چین پاس رہا ہوں

اب دور ہو گئی ہے مانوسِ خمِ طبیعت
تو پھر ازل اب تک کچھ نہ بڑھ رہا ہوں

نہیں ہم دوسے اپنی نہ مونس آسمان اپنا

نہیں ہم دوسے اپنی نہ مونس آسمان اپنا
ہیں دشمن نظر آتا ہے یہ سارا جہاں اپنا

ہمارے کیوں نہ ہو آتش و فراق کے جیسے کچھ

نظر کے سامنے وہ گیت ہے کار و دل پر

ہمیں آنکھوں نے دیکھی تھیں کبھی بستے بہاریں بھی

تھیں آنکھوں سے دیکھا ہے اُڑتے اشیائیں اپنا

میری قسمت میں شاید وہ قرب کوئی نہیں اپنا

میں کو بے وفا پایا بہت جو راز و دل پر

ہر و گن

من مستدر کی جان ہر و گن

میں تیرے قربان ہر و گن

کیا خوشی تیرے چمن میں

تو رہتا کا اگروں میں

سبے چر چا تیرا بن ہیں

پروپ کہاں ہے کندن میں

تیرا عجب ہے شان ہر و گن

من مستدر کی جان ہر و گن

کس کے لئے ہے تو دیوانی

جو گئی و سترائے یہ جوانی

بھید تو کہتے کچھ عین کی رانی

ہر شے کے گنہگار بن کی طافی

تیرا دیوانی کیا شان ہر و گن

من مستدر کی جان ہر و گن

تیرا دل کو ہست اپنی مٹانا

تیرا دل کو ہست اپنی مٹانا

رود کر ترا جگ کورولانا دھرتی اور آکاش ہلا نا

بریم کی ہے پہچان بروگن
من مندر کی جان بروگن

ہاں کھلے ہیں گال ہیں میلے جو گیا کپڑے میلے کھیلے
بریم کے چرچے دل پر پھیلے کھیلے یہ کیسے پریت کے آئینے

تجہ پہ مندرستان بروگن
من مندر کی جان بروگن

نستین گیس

طیغ صفا صفا
بستان صفا
صفا صفا

نعت شریف

دل میں ہے بس یہی ارمان مدینہ دہلی
مرحبا نسل علی دین یہ اللہ کی ہے
جس نے بھی یا د کیا وقت مصیبت کو
بٹولتا مری بکڑی بنا دیکھے حضور
مرحبا آپ کو سب جن و بشر کہتے ہیں
آخری سجدہ ہو سرکار کے قدموں پر ادا

نہ رقتہ تم پر تو وحی ہوں مدینہ دہلی
تم پہ نازل ہوا قرآن مدینہ دہلی
اس کی شکل ہوئی آسمان مدینہ دہلی
ہو نہیں مدت سے پریشان مدینہ دہلی
یہ سجدوں شر و ایشان مدینہ دہلی
دل میں رکھتا ہوں یہ ارمان مدینہ دہلی

اپنے خدا میں کو بلا لیجئے طیبہ میں حضور

ہند میں ہے یہ پریشان مدینہ دہلی

جسم ال خدا ہے جسم ال محمد
معدن میں ہر وقت عرش مکر ہے
کیا تھا فکر کو اشارے میں مگر ہے
کسی دن تو رحمت کے مدد میں مجھ کو
نہیں ہے مجھے خوفِ محشر کا کوئی
نہی کی قسم زندگی ہے اس کی

یہ ہے ہوں مست لیاں نکلتے
نہیں دو جہاں میں مشائخ نکلتے
یہ وقت نہ تھا کہ کال نکلتے
دکھ دے ابھی جسم ال محمد
ہے دستوں زیرِ امان نکلتے
نہی میں سہہ ہوں کے لیاں نکلتے

نہ کیوں ہوں میں آلِ مجہر پہ قرباں
کہ ضامن ہوں میں ابنِ آلِ مجہر

غزل

وہ آئے رخ پہ زلف پریشاں کئے ہوئے
پھر یہ بہانِ عشق کو حیراں کئے ہوئے

ہمت ہوئی ہے روح کو شادیاں کئے ہوئے
دل میں کسی کی یاد کو کہاں کئے ہوئے

درد میرے شوقِ شہادت کی نہیں ہو
وہ آ رہے ہیں تیغ کو عریاں کئے ہوئے

اس دردِ جہدِ دل کو غوث ہے شامِ فراق کا
بیٹھا ہوں صبح سے ہی چراغِ حال کئے ہوئے

تو آتشِ چلا زول کو چہ دلدل کی طرقت
شیرازہ انیس پریشاں کئے ہوئے

کہ ہم روئیں تم مسکراؤ تو جانیں
کسی دل کی بستی بساؤ تو جانیں

نہ رات سب کو دکھائے تو جانیں
کس نہ بدل جائے آؤ تو جانیں

نگاہوں میں آئے ہوئے ہو جہاں کی
 تمہارا جو شیوا تھا وہ کر حیکے تم
 تمہا سے ہی جلوے تمہاری ہی محفل
 خموشی ہنساری اثر کر چکی ہے
 نظر میں ہماری سداؤ تو جہاں میں
 ہمیں بیوقوف گرہن و آؤ جانیں
 ذرا ہٹ کے جلوہ دکھاؤ تو جہاں میں
 ترپتے ہوئے اب نہ آؤ تو جہاں میں

زمانے کو اپنا بنا یا تو کیا ہے
 جو ضامن کو اپنا بن آؤ تو جہاں میں

شب از عشق کی نیرنگیاں دکھائے ہوئے
 میں آیا ہوں ترسے قدموں پر جبکائے ہوئے

نہ پوچھے مری دیوانگی عشق کو کس نے
 میں پھر رہا ہوں ہر کشتے دہلے ہوئے

مرے خیال کی دنیا پر دو جہاں قسرباں
 ترسے خیال میں بیٹھا ہوں سر جھکائے ہوئے

جبین شوق کی رفعت سے محو نہ
 کسی کے نقش قدم پر ہزار سر جھکائے ہوئے

مسرتوں سے بھلا اس کو واسطہ نہ کیا ہے
 کہ بد نہیں ہوئیں نہ نامن کو مسکرائے ہوئے

اُٹ رہے مجھ و شوقِ قضا بھی نہ کر سکا
شہری سپے خودی کہ ادا بھی نہ کر سکا

میری وفا تو حیرتِ جفا سے بلند تھی
وہ میرے حسبِ شوقِ جفا بھی نہ کر سکا

میرے ہر اک تصور کو سننے کیا مناف
حمت تھی چہ پناہ خطا بھی نہ کر سکا

دل چاہتا تھا اُن سے کہے داستانِ غم
میں اسکا ایک بار کہنا بھی نہ کر سکا

سکتیوں سے اپنی کیا نہ بہائے وہ اشکِ غم
وہ نہ کرے جو غم سے گنا بھی نہ کر سکا

میں یاد بھی نہ کر سکا پوری طرح اُسے
میں اس کی یاد دل سے جدا بھی نہ کر سکا

کہنا ترشپ کے ہائے یہ ناکامِ عشقِ کا
پاؤں مر لی مر آدھ جفا بھی نہ کر سکا

نہا میں وٹا کی اہں سے ارپہ سمید کیس کیس
اپنی طرح جو مجھ پہ جنتِ بھی نہ کر سکا

پھر زندگی کا سہارا تلاش کرتا ہوں

زیں پر غریب کا تارا تلاش کرتا ہوں

غائب کرشمے ہیں دنیا میں بگڑت کے

تیرا ڈوب کر بھی کنار تلاش کرتا ہوں

وہ جس نے کجی اچھی محبت کو حیاتِ نوا کدن

وہ دل فریب اشارہ تلاش کرتا ہوں

ابھی کوئی جواب چاہے وہ ساز گل چاہے

سکونِ زیست دوبار تلاش کرتا ہوں

دوسرا دھڑکے ملتا ہے بحرِ طوفانی

بدرِ صحرے بھی کنار تلاش کرتا ہوں

حدوں سے دور آج بھانا نہیں بنے مقصد

بول کے وہ سہارا تلاش کرتا ہوں

یہ وہ دامنِ خورشید کیچ نہیں خفا کی

کوئی حسین نشانہ تلاش کرتا ہوں

جہاں سے قطع راہ کئے جا رہا ہوں ہے
کے سرسری نگاہ کئے جا رہا ہوں ہے

لاکھوں فریب میں سے اسے مجھ کو آج تک
پتہ بھی اس کی چاہ کئے جا رہا ہوں ہے

نہت سے وفا کی اُج کی اُج رہی نہیں
کیوں زندگی بڑا کئے جا رہا ہوں ہے

کچھ ایسا بیقرار ہوں اس دلی درد سے
ہر وقت آہ آہ کئے جا رہا ہوں ہے

جہاں مجھ کو رشتہ پروردگار ہے
ہر رشتہ پروردگار کئے جا رہا ہوں ہے

دیکھی ہیں نجم شب سے زہری بیقراریاں
تاروں کو یوں گواہ کئے جا رہا ہوں ہے

نہت سے کشتہ کشی میں دل کا ٹوٹنا
ہر کشتہ کشی کئے جا رہا ہوں ہے

ساتھ میرا نہ دیا میری شکایتی نے

ساتھ میرا نہ دیا میری شکایتی نے
ہائے یہ رنگ دکھایا میری رسوائی نے

وہ کی رنگ رنگ نظر آتی ہے نگاہ میں
یہ نیا رنگ دکھایا تری، نظر آتی ہے

حسن کو حسن بن یا ہے تری شہت نے
عشق کو عشق بن یا میری رسوائی نے

ظلم کی دل نظر آتی ہے جو کدھر سے نہ آ
جان توڑی ہے مریش شب تری نے

کیا ہی بر تر ہے تری ذات کے رشتہ پر
سب کو حیران کیا ہے تری یکتائی نے

قہر میں بنی نہیں تری حیرت میں
عدل آجیپ بنی رہا رہا شب تری نے

کھینچ

کرے ہر سے پریت

چنگے

کرے ہر سے پریت

ہر سے اپنا وصیان لگا لے

بگڑا کی ہوئی تقدیر بنا لے

جائیں گے یہ پریت

چنگے

کرے ہر سے پریت

نہ پریت جو یہ کشتن ہے

اس کو پائے ایک نیت ہے

ہن جا ہر کا پریت

چنگے

کرے ہر سے پریت

انت سے کئی کر دینی کرے

رکے بہت نہ ہر کو ہرے

انہی وہ ہے پریت چنگے

کو ہر سے پریت

ہر سے اپنی لگن لگا لے
سب سے سچا ہیں وہ رکھو

پسند نہایت سے پریت
پچھ

کر لے ہر سے پریت

ہر سے جب بھی دھیان لگایا
شہنائی سب کچھ میں نے پایا

گاہ کے میں سے گیت
پچھ

کر لے مر سے پریت

منہوا

مت کا پریت کے گیت

جھوٹا ہے، سب پریت کا ناتا
کہانی نہیں سگد اس میں پاتا
مور کہ کیڑا ہے جان سے بہا

دیکھ نہ کر تو پریت

منہوا

مت کا پریت کے گیت

پریت کا ہے سب چھٹا دھندرا

سب سے کٹن سے پریت کا پتہ!

پریت ہے مہر کہ گور کہ وشنو!

اس کی ہے اٹلی پریت

منوا

مت گاپریت کے گیت

دیکھ بچہ سے اب بھی ناول

کام نہیں یہ بالکل افسان

کرتی نہیں ہے اس میں شادال

جاؤں نہ دن پہ پریت

منوا

مت گاپریت کے گیت

نہ تم کو سے اپنی اسارا

باندھ رہا ہے کوئی اس کا

تر کر پھر دم ہے بس تیرا

ہن جب اس کا صیت

منوا

مت گاپریت کے گیت

گیت

ساجن
چھائی گھٹا گھٹ گھور

ساجن
چھائی گھٹا گھٹ گھور

یاد میں تیری پسین نہیں ہے
کٹتی سگد سے رین تیرا ہے

جیسا مچا کے شور

ساجن
چھائی گھٹا گھٹ گھور

بیت نہ جائے برکھا ساری
کیا کروں میں براہ کی ماری

تم ہو کہاں بیت پر

ساجن
چھائی گھٹا گھٹ گھور

کتاب سے تمہاری راہ نکلت ہیں
تھہرے ساجن میں ترپیت ہوں

کہاں تمہارا مٹھور

ساجن

چھائی گھٹا گھٹ گھو

تم بن ضامن کب تک تڑپے

موت کے اب بیٹھا ہے درپے

اؤ نہ اس کی اور

ساجن

چھائی گھٹا گھٹ گھو

گیت

پریت نہیں آسان

سجی

پریت نہیں آسان

شیش اور پروانہ دیکھنا

عاقب اور دیوانہ دیکھنا

دیتے اپنی جہان

سجی

پریت نہیں آسان

بیاں دیکھنا، سنبل دیکھنا
نکل دیکھنا اور ٹہل دیکھنا

سب نوت اکران
سمجھنی

پریت نہیں آسان

پریت کو جو سمجھتے ہیں آسان
وہ ہیں دانا لیکھن نادران

اُچی ہے اس کی شان
سمجھنی

پریت نہیں آسان

مُورہ پھپھیا، گھگھیا دیکھنا
جھوٹا اس کا ماتہ دیکھنا

دیکھئے سب پریشان
سمجھنی

پریت نہیں آسان

اس میں ہیں حیراں سب اُلا
بھٹل والے ٹھل والے

کر کر کے ہمیں
سمجھنی

پریت نہیں آسان

دُر پہ تمہارے کب سے کھڑا ہے
نہ من بھکشا مانگ رہا ہے

کرد و کچھ تو وان
سجھتی

پریت نہیں آسان

گیت

آجاؤ آجاؤ

پریم اب تو آجاؤ

تم نے میری ایک نہ مانی
سن لو اب تو آ کے کہانی

اپنی بیٹی مناجاؤ
آجاؤ آجاؤ

پریم اب تو آجاؤ

بہن میرے دل کی نگریا
نہ رہا اب بسد کہ بے خبر

اُجڑی بستی بسا جاؤ

آجاؤ آجاؤ

پریم اب تو آج بؤ

موکو در کس دکھا جاؤ

آجاؤ آجاؤ

پریم اب تو آج بؤ

پی لو اور پلا جاؤ

آجاؤ آجاؤ

پریم اب تو آج بؤ

آؤ اور مہنسا جاؤ

آجاؤ آجاؤ

پریم اب تو آج بؤ

اپنی بات نہ سنا جاؤ۔ آج بؤ

دُشمن بن بھیپن جیا ہے

کیا جانے کیا من کو ہوا ہے

ہاتھوں میں مرے ساغرے ہے

کر لیا میں نے اب یہ طے ہے

رُوتے روتے جیون گذرا

یاد میں تیری تن من گذرا

تم نے تو تیمان کئے تھے

منا من میرے دکھ کے پہنچتے

جذبات

جناب اختر نعمانی نظامی خستہ

الہ آبادی

مدح مسرور کوئین

وہ اک لمحہ کہ جب فاراں پہ حُسن کا میاں آیا
 نہ کسر سے تھام لہم پہ وحدت کا شباب آیا
 عجب شان کریچی ہے عجب ہے سٹانِ محبوبی
 ہر اک بندہ ہمیشہ تیرے در سے کامیاب آیا

آنسو میں بنگاہِ حُسن کا بڑھ جانا عرفاں ہے
 اسی عالم میں اکثر میری باتوں کا جواب آیا
 بہت کی کوششیں میں نے کہ تکمیلِ بنو راہِ نور
 مگر آیا ادھر سے آج تک الٹا جواب آیا

مدحِ مسرور کوئین بس اتن سمجھتا ہوں
 قیامت کا نمونہ بن کے وہ مسرت شباب آیا
 یہ کس کی جلوہ گاہِ دنا ز ہے کس کا تہِ تم سب
 یہ ہر ذرے پہ بسکویے کون سا کسے شباب آیا
 اسے بھی یک طلک ہی کرن ہنس نبوت کی
 یہی انشتِ رب وہ سم کار یہ نہ نہ خراب آیا

منتخب

تاجدارِ اولیاءِ امامِ الاولیاء

حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہ العزیز

نہ اگو کہ تنویر مصطفیٰ ہیں آپ
نوشا مقام کہ محبوب کبریا ہیں آپ

خطا معاف حضور کی ہیں مجرثا ہیں وہی

بڑی جناب ہے سر تاج اولیاء ہیں آپ

نوشا یہ چشم عنایت خوشا یہ فیض تمام

بہ کتب کتب شمس کے سر ہیں آپ

بہر کار بسترس بہر نگاہ کمال

تنویر یہ نور دیگر خیر انما ہیں آپ

یہ فیضِ ہمتِ عالی یہ لطفِ مستِ نگاہ
مری طرف بھی کہ میرے تو مدعا ہیں آپ

بس اب حضور ہیں مالکِ حضور ہیں مختار
مری نگاہِ تمنا کے مدعا ہیں آپ

سکونِ قلبِ معین^۷ اور سرورِ قطبِ الدین^۷
زبے نصیب کہ اختر کے رہنما ہیں آپ

قطرہ

سید الشہید اشہاد کربلا

حضرت امام حسین

وہ شاہِ دین، وہ سرِ چشمہٴ جمالِ حسین

وہ نورِ عینِ شیشی، فاطمہ کلالِ حسین

حسین باعثِ دین، دین کا آلِ حسین

ہمارے پرہیزگار، ایمان کا جلالِ حسین

واوی

ابھی گزرا ہوں اس واوی سے اب یہ کیسا ہوا پارب؟

یہ وہ واوی ہے جس میں ہر خُشتِ رقی ہی مستی تھی

یہ وہ واوی ہے جس میں زندگی ہر شوہر سچی تھی

ای واوی میں نہ کہ سنا پریت کے کچھ گیت کا رن

ابھی گزرا ہوں اس واوی سے اب یہ کیا ہوا پارب؟

یہ وہ واوی ہے جس کے آتشِ راہِ کوہِ روم پر

یہ وہ واوی ہے جس کے ہر خُشتِ ہر رینہ کا رن پر

کسی کے ساتھ مل کر ہوں نے کچھ نئے نئے

ابھی گزرا ہوں اس واوی سے اب یہ کیا ہوا پارب؟

یہ وہ واوی ہے جس میں گھوڑوں کے لب پر نئے نئے

یہ وہ واوی ہے جس میں دس چار بھی آگے بڑھتے تھے

یہ وہ واوی ہے جس میں رومنوں کے رن پر

ابھی گزرا ہوں اس واوی سے اب یہ کیا ہوا پارب؟

یہ دودھ دی ہے جس میں ورد کے افسانے چھڑاتے تھے
 یہ فود داؤنی ہے جس میں کیف کے چشمے اُبلتے تھے
 انہیں سیموں میں اکثر چپا نڈ، اور سورج نہایت ہیں
 ابھی گزرا ہوں اس واوی سے اب یہ کیا ہوا یا رب؟
 یہ کوہ سر رول پہ غم کو نشی ہے ہر ذرے پہ تار کی
 گل و سبزی پہ مایوسی ہے ویرانی یہ ویرانی
 ہسی واوی ہیں حسن و عشق اکثر مسکرائے رہا
 ابھی گزرا ہوں۔ اس واوی سے اب یہ کیا ہوا یا رب؟

پلائے چاسا قی

مرے خیال کی دنیا پہ چھائے چاسا قی
مجھے بھی مستِ محبت بنائے چاسا قی

ابھی ابھی تو گرا ہے یہ شیشِ بزرگ
بلا ہو دوڑ رہا ہے بھی اُسے چاسا قی

وہ ایک برقِ جولاہا رہی ہے آنکھوں میں
ادھ کو دیکھ ادھر کو گرائے چاسا قی

مجھے جگہ نہیں میرا تو بدست ہے در
ذرا نظر سے نکلتا تو دلائے چاسا قی

ابھی تو ہوش میں ہے یہ خیرِ میکش
نہ آئے ہوش میں ایسی پلائے چاسا قی

اشک

کس کا مہربان و پیب نے غنوان کن لپا
ہر نقش کا پیناٹ میں کچھ ادبیت ہی ہے

موقوف کچھ ترم پر نہیں ویر پر نہیں
ہر کا پیناٹ کفر میں، کچھ ادبیت ہی ہے

سجدوں کی ابروؤں کا بھٹی سیر والو چھوڑو
کہ نہ نراٹ اکی ہیں جان لے کچھ خیریت ہی ہے

کس کا مہربان و پیب نے اکی نقاب حسن
ہر ذرۂ جہان پر کچھ ادبیت ہی ہے

لے تو سب ناتجہم فوراً ویکہ بھسار کے
نہ نراٹ کے اشاروں میں کچھ ادبیت ہی ہے

نہ نراٹ جہاں کے یہ اکا مہربان ہیں
وہ سن بکا کے چھٹے میں کچھ ادبیت ہی ہے

یہ کون پتہ پ کے بیٹھے گیا قلب میں مرے
میسوس کر رہا ہوں کہ کچھ تعویث کی سب

کس پر سکر جمال سے شہرا گئی نگہ
اختر تری نگاہ میں کچھ کیفیت سی ہے

لئے نالہ کش اڈا بھی ہے آہوں کو اشک میں
کچھ رنگ ہے مجاز کو کچھ اصلیت سی ہے

غزل

وہ میرے دل کو مقابل بنائے جاتے ہیں
نرسے خیال کی دنیا پہ چھائے جاتے ہیں

وہ پر وہ دار کئے آثر وہ پر وہ دار ہے
نظر بچا کے وہ دل میں مہائے جاتے ہیں

یہ حیا ہے مٹا پہ کیوں گرے بھلی
دندہ وہ دیکھ کے کیوں مسکرائے جاتے ہیں

رہ و وفا کے مہیا اب اس کے مہمب ذالند
یہ حال ہے کہ قدم ڈگر گائے جاتے ہیں

ڈیپر حسن شمس کی زمیں توبہ
تنبہ رہا ہوں کہ جیسے وہ بسے جاتے ہیں

یہ کھنڈر مجھ پہ ہے بیہوش سے کر لیا تسلی
نہر پہ آجپ کہیں زائیں چترائے جاتے ہیں

یہ غزل بہت مستجاب ہے درخشندہ
نہر پہ آجپ کہیں زائیں چترائے جاتے ہیں

جناب محمد الیاس صاحب مدد ہزاروں کیلوی

غزلیات

بہارِ گلشنِ ہر سو خراماں ہے جہاں تم ہو
نشر کی مدد سے خربک گلستاں ہے جہاں تم ہو

نشاطِ زندگی خواب پریشاں ہے جہاں تم ہو
براک رنج و الم عشرت کا تنویر ہے جہاں تم ہو
مجاں دید کیا اور فداستِ زلفِ رگی کی

نگاہِ شوقِ خودیہ ست میں غلط ہے جہاں تم ہو
زین پر نلکہ کا دھوکا سا ہوتا ہے نگاہوں کو

ہواک شے میں عجب کچھ حسنِ پند ہے جہاں تم ہو
جہین عاشقی بندہ کنہاں ہے دُرسے دُرسے پر

محبت کو دہاں پر زنا آرزو ہے جہاں تم ہو
جدائی میں طرب کیا کیفِ غم تب ہی نہیں مل

وہیں پر ہی مراقبِ پریشاں بندہ ہے

جہاں حسن کی رعنائیاں جاوید ہو جائیں
 جوانی سے وہاں یہ عہد و پیمان ہے جہاں تم ہو
 بخشی ہیں جذب ہو کر رہ گئی ناکامی الفت
 وہاں درد محبت بھی پشیمان ہے جہاں تم ہو
 تعجب کیا اگر ہو چاک دامن عشق کی رستی
 وہاں تو عقل کا ملبوس عریاں ہے جہاں تم ہو
 ہر اک لمحہ یہاں کا وقت حرام ہو جہاں میں ہوں
 ہر اک ساعت وہاں کی کیف سامان ہو جہاں تم ہو
 افسیر زار کو کتاب سخن تو بہ ارسے تو بہ
 وہاں رُوحِ الٰہیں تصویر حیران ہے جہاں تم ہو

کسی صورتِ مرستہ کی پریشانی نہیں جاتی
 بہ دشواری کی نہیں جاتی، بہ آسانی نہیں جاتی
 یہ دنیا کس قدر بے گانہ درد محبت ہے
 جو درد سے بات بکلی ہے وہی مائی نہیں جاتی
 زارِ محبت میں بھی باز آتے نہیں، نئی رہ بڑی سے
 بہارِ رنگ و بو کے جلووں کی فراوانی نہیں جاتی

کبھی دیکھتا تھا میں نے جلوہ دہائے طور سہاس کو

بھی ملک ویدہ تیراں کی تیسرا فی نہیں جاتی

اسی دل کی شب کی تھی ازل میں ہائے کیا کہئے

کبھی عنوان جس دل کی پریشانی نہیں جاتی

مسا زلف دل کی ہر گزائی یہ محبت میں

وہ بھی بات بھی کہتے تیراں تو مانی نہیں جاتی

مہر اتم عشق کھنکھاتی سہر سہر عشق کی گنج بھی

جو کچھ بھی ہو مگر تہمت یہ نہ دانی نہیں جاتی

بھڑک اٹھا ہے دل میں اور بھی آتش محبت کی

ہمارے آنسوؤں کی شعلہ افشانی نہیں جاتی

ہلک لہ لہ ناز لاکھوں کو کیا تو نے

مگر اے سن تیری پاک دمانی نہیں جاتی

عجب کتنی ہے کیفیت یہ درد عشق کے مجھ کو

کوئی لہو سودا کی پریشانی نہیں جاتی

نہ پوچھو پس اذیت کوشیاں منجھ ب دلا کی

جو مغمم ہیں بھی میری غماں نوانی نہیں جاتی

دل ہی کو پیکرِ غم جاناں بنا دیا

دل ہی کو پیکرِ غم جاناں بنا دیا
 پانی تیرے یہ سینہ کو میں میں قرار
 یہ حسن ہے نگار و تجلی شناس کا
 میں نے دل شکستہ و تیراں نگاہ سے
 اللہ ہے عشق کے ذوق یقین سے
 تاناں بیاں کا آج عکس ڈال کر
 اس کے خراہم ناز کی گدگدیاں نہ پوچھ
 کیا کلام کر گئی ہے شرارتی و غم
 میں اس کلم خرابی قدرت کو کیا کہوں
 سر نہ رہا۔ مگر ہی نہیں قدم کرتے
 کسکی نظر نے لوٹ لیا دین و دہرا

مشکل جو پیش آئی تھی آسان بنا دیا
 وہ بکلیاں تھیں دل انساں بنا دیا
 ہر شے کو نیچے جلوہ جاناں بنا دیا
 اکثر تنہیوں کو پوشیدہ بنا دیا
 ہر جگہ ان کا آیت قرآن بنا دیا
 ذروں کے تھمے نے تہہ و نشاں بنا دیا
 جس نے کئی کئی کو گستاخ بنا دیا
 مرزا بکھی تھی راستے آسناں بنا دیا
 اک بیوٹا کو دور و کار بنا دیا
 کیا ٹوٹا جس نے جان گستاخ بنا دیا
 کسکی نظر نے بشرہ جاناں بنا دیا

کتنوں کو فیضِ منت بہر آونے امید

خیاں سے دھڑکتا دل بنا دیا

ساقیا یہ تیرا ہی اعجاز میخانے میں ہے

ایک ٹیچ نور رقماں میرے پیوستہ ہیں ہے

کوثر و تسنیم میں ڈھونڈنے سے مل سکتی ہنیر

ہاں وہی کشتے کہ چور نہر کے پیکار ہیں جن

جس کو تم نے طور پر درپردہ دیکھا تھا کیم

بے تما باب و وجود دیکھ کے کشتاں ہیں جن

ہاں ابھی کوئین میسے قبضہ قدرت میں ہے

ہاں ابھی بھواری سی باقی میسے پیاں ہیں جن

عشق کی رُوداد میں پھر کیرش ہوں رنگینیاں

حسن کا فتنہ بھی اس پیرنگاں فتنوں میں ہے

اے معاذا اللہ وہ بھی آج گریاں ہو گئے

درود لے امید کتنا میرے فرماں میں ہے

سمجھ رہے ہیں کہ تیرے جواب میں ہم لوگ

اس اعتبار سے نہ ہیں ہم لوگ

خوش نصیب کہ وہ کتا یا بے ہیں ہم لوگ

خود اپنے دل کے سے غم بہتیں ہم لوگ

ہمارا حسن نظر ہی ضیائے عالم ہے
 جمال حسن ازل کی نقاب ہیں ہم لوگ
 جو سوزِ سینہ پر وا نہ ہیں ہے قص کنال
 وہ ایک شعلہ پر پتہ و تاب ہیں ہم لوگ
 بہت بلند مسراق نگاہ رکھتے ہیں
 امید عشق میں عالی جناب ہیں ہم لوگ

بک حسن بے پناہ کئے جا رہا ہوں میں
 زورِ ازل گناہ کئے جا رہا ہوں میں
 زلفیں ہمارا ہوں رشتہ پر جمال سے
 شام و سحر تباہ کئے جا رہا ہوں میں
 ہر ذرہ خسراب محبت پہ جھوم کر
 سر بستہ اک گناہ کئے جا رہا ہوں میں
 تباہی و تباہی ز نقشہ ہر نگاہ پر
 جلیقوں سے رسم و راہ کئے جا رہا ہوں میں
 کین و مکن کی درد سے بھی اخترِ بلند ہوں
 شہرِ بندہ ہر درد کئے جا رہا ہوں میں

غزل

تشکرِ مشرب اک نغمہ اسیرِ ساز ہے
کائناتِ زیست در اصل اک مسلسل راز ہے

کر رہا ہوں چرمِ تپ شمعِ سوز و سازوں
نیری برہدی پہ پھر آگ دو فگفت ساز ہے

شمعِ محفل کی خموشی ہو کہ پروانہ کا بوٹا
راوِ اُلفت ہیں ہر اک والِ برق پانداز ہے

وہاں ذوقِ تصور، منہبِ ذوقِ جہاں
سیریِ فیاضوں میں کوئی اور سرِ ساز ہے

در حقیقت زندگیِ اُز کی ہے تمہیدِ موت
انتہا کہتے ہیں جس کو زیست کا آغاز ہے

نہ نہ حسنِ خودی میں ہمارے ذوقِ دیا
ہر مقامِ شوق میں وہ پیرِ مہرِ ساز ہے

نہ اے بگیل میں منہبِ سببِ زیستِ زندگی
منہبِ دیوانہ گشتِ شجیبِ ساز ہے

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله رب العالمين
والصلاة والسلام على
سيدنا محمد وآله الطيبين
الطاهرين

غزل

مجھ کو خیال یا رسے دیوانہ کر دیا
 اللہ رکی بخود کی مری مستی تو دیکھے
 اس پاس نے مراد کی مرے دلی کا نہ
 تیری نگاہ مست نے اسے جان سیکھو
 مجھ کو خبر نہیں ہے کہ کس کی نگاہ نے
 دنیا کے ہر خیال سے بیگانہ کر دیا
 دل کو بھی نذرِ شیشہ و پتھر کر دیا
 آباد گئے جوتے اسے ویران کر دیا
 میرا عزت، اور بھی رندانہ کر دیا
 جیسے بچے منہ میں دیوانہ کر دیا

امن و سکون کو ہنگ رہا ہوں خمار میں
 میں نے خود اپنا رنگ فقیرانہ کر دیا

آج ہر سو بہار آئی ہے
 ان بتوں میں جو خود نہائی ہے
 چھپ کے شغلِ شہر اب کرتا ہے
 پانی اب تک نذر و منزل کی
 تو بہ کرتے ہیں فی ہنسی میں
 دھڑکتا ہے یاد میں تیسرا
 ساقی کہتا ہے کہ شائستہ
 ساقی اب تیری دھائی ہے
 یہ بھی اک شائستہ کی ہے
 کیسی زائد یہ پر رسائی ہے
 غصہ کتنی یہ رہنمائی ہے
 نئے کشوں کی یہ پر رسائی ہے
 بسے کدو تری بدائی ہے
 دل نہ چھوڑو بہار کی ہے

دیگر

جنت اور دوزخ کا سارا راز میخانے میں ہے
 تجھ کو زائد کیا پتہ تو میرے پیانے میں ہے
 کوش و دمن لیں مرا بھی قصہ غم ایک دن
 دل کا سارا اور وہناں میرے خسانے میں ہے
 میں وہ پٹیا ہوں کہ جس کو توں کہنا چاہیے
 ساری دنیا کے نرالی میرے پیانے میں ہے
 آج تو دست و گریباں خوب ہوں گے خار
 ش بھی میخانہ میں ہوں اور میں بھی میخانہ میں ہے

ب تو مشکل بھی نظر آتی نہیں مشکل مجھے
 کس نے آندھے دیا ہے اس طرح کا دل مجھے
 ہاں میری نفرت کا اثر تو دیکھنا
 خود تماشیا بن گئی ہے دیکھ کر محفل مجھے
 دے تیرے تیری کب بونی ہو جوں میں گم
 جب نظر آنے لگا ہے سامنے سا حل مجھے

یہ وفا تیری محبت دیکھ یہ لائی ہے رنگ

سائنس کا لیٹا بھی اب تو ہو گیا مشکل ہے

اسٹف کی نظریں نہیں ہیں قہر کی نظریں ہیں

یہ بھی کہہ کر ہے کہ تو سمجھا تو اس قابل ہے

پھر بہار آئی ہے بادل چائے ہیں چرونگیوں

سچا پھر دیکھتے کمبخت کس جادو ہے

ہر گھڑی ہے کس دور ہر گھڑی کی زب ٹک فم

دینے والے سے دیا یہ عشق کا کس صبر ہے

اک طرف تو ہے کا ڈر ہے اک طرف کالی گلی

اب تم تار زار ہو جاؤں مشکل ہے

نہ رہا میرا شمس زندگانی میں

نہ رہا پہنچاؤں تجھے قسم میری

نہ رہا آنت سے ہوتی نہ رہا

نہ رہا میرا دلی بہت دلی کا کلام

نہ رہا چاہتا تھا کہ میرا کس ہے

نہ رہا میں ہوں خوش حال

کوئی خط ہی نہیں ہوا اب

میت ہے یہی دست دینا

نہ رہا اب اب نوامی میں

نہ رہا میں شمس بہ کلام

نہ رہا کس کوست لہو الی الی

یہ ہے میں دور زندگانی میں

دیکھو اس بات کی فتنہ پر داری
 داغِ دل دے گیا نشانی میں
 ہر حسین سے مخار ہے الفت
 آگ لگ جائے نوجوانی میں

اب کوئی خم نہیں ہے دلِ پاکال میں
 مجھ کو سکوں انجیب ہو ہے طال میں

جب سے ہیں آگیا ہوں قریبِ جمال میں
 اکٹھوں پہر ہوں غرق کسی کے خیال میں

شاید کہ ہو گئی ہے صریح آد کا سیلاب
 دے دے ہوئے ہیں آتش و دھواں و زلال میں

پھر مجھ کو ہوش ہی نہیں گزیرا دین کا
 پھر کھو گیا ہے ہر اسے کسی کے خیال میں

چپ چاپ رہتا ہوں ہر لمحہ ہر لمحہ
 نہ کہ میں شکر ہے کہ میں اس میں

اب آخراں میں ہوں ہر لمحہ ہر لمحہ
 مجھ کو اب ہر لمحہ ہر لمحہ

غزل

مُسکریاؤ بے حساب کئے جا رہا ہوں میں

یہ کام لا جواب کئے جا رہا ہوں میں

تھر کوئی انتخاب کئے جا رہا ہوں میں

بس زندگی شراب کئے جا رہا ہوں میں

پھر یاد آ رہا ہے کوئی بے وفاء ہے

پھر جہنم کو پر آب کئے جا رہا ہوں میں

قربان ہو کے شوق و محبت کے رہا ہوں میں

دنیا میں انتخاب کئے جا رہا ہوں میں

دنیا بھی دیکھ لے کہ وفا اس کا نام ہے

اپنا نہیں جواب کئے جا رہا ہوں میں

تیرے نہیں بندہ کوڑا زمانے میں بیوقوف

یہ طافہ تخت بے کئے جا رہا ہوں میں

فریادِ گاہ گاہ سے اپنی میں کس منت

برپا رک انتخاب کئے جا رہا ہوں میں

غزل

ب نہ آتیں نہ شکر، بار کی ہے
 کس قدر دل کو ہے ڈراری ہے
 نہ رہوشتا و ہم رہیں غمگین
 گو جدائی کو ہو گئے برسوں
 بسب سے دیکھی ہیں رنگیں آنکھیں
 کچھ پر خستہ ہے فسانہ غم
 ہاں خموشی سی ایک طاری ہے
 درد ہے غم ہے آہ و زاری ہے
 یہی بس آرزو ہماری ہے
 رات دن پھر بھی اشکباری ہے
 بھم پر اک کیفیت سی طاری ہے
 مختصر داستان ہمارا ہے

اُن سے اس کا شمار کیا ہو گلہ
 ہائے قسمت میں آہ و زاری ہے

نہیں سب سے نہ رحمت ہے پیار کے

محبت نہیں ہے قیامت ہے پیار کے

نہیں پھر سب سے نہ رحمت ہے پیار کے

پہرہ کی تمہاری قیامت ہے پیار کے

نہیں سب سے نہ رحمت ہے پیار کے

نہیں تو غم کی ضرورت ہے پیار کے

یہ ماننا تمہیں میری پر وا نہیں ہے

مگر مجھ کو تم سے ہی اُلفت ہے پیر

بھٹل سر شکوہ زجور ہو بھئی تو کیوں ہو

بہیں غصہ اٹھانے کی عادت ہے پیر

کبھی تم نے پوچھا ہے ساراں دلی کو

یہی دل کو تم سے شکایت ہے پیر

یہ نالے یہ آہیں یہ فخریاد و شایون

یہ سب کچھ تمہاری فطرت ہے پیر

تمہاری نگاہوں سے ہے صفت ظاہر

تمہیں بھی کسی سے محبت ہے پیر

ابھی سے یہ کیوں اس قدر بے ڈاری؟

بہر گو یہ آغ از اُلفت ہے پیر

شب و روز تجھ کو افسوس میں رکھتا

یہی اب ہماری بات ہے پیر

کروں بھی تو کیوں میں خوشی کی منت

تجھے اب ہمارے فطرت ہے پیر

خمار سز میں کو خمار تریں کو

حقیقت میں تم سے محبت ہے پیر

غزل

کیا کہا کیا ہیں ہوں دشمن آپ کا
ہندہ پرور رہے بچپن آپ کا

دل یہی کہتا ہے مجھ سے بار بار
مقام لولہ ہیں بڑھ کے دامن آپ کا

چھٹ گئے جتنے بھی تھے خساہین
اب رہے آباؤ گمشدہ دشمن آپ کا

آپ تڑپا تے ہیں مجھ کو اس طرح
جس طرح کوئی ہو دشمن آپ کا

کچھ خبر بھی ہے خمتِ رولنگار
برس نکلتا ہے شیشہ دشمن آپ کا

غزل

وہر دیکھا کبھی تجھے کاٹھنسا را دیکھا
کیا بتا دیکھتا اس عشق میں کیا کیا دیکھا

بے وفا جس پر بھی تیری نگاہیں پڑتی
جہ سے اس ورد کے ہاتھ کو تیرا پکارتا

اس جگہ جہ سے تیرا دیکھتا ہے نہیں پر شوق
اسے جس جا بھی ترا نقش کنت پا دیکھا

دمن ہوشی سے ہاتھ سے چوم رہتا
زب سے نہ کسی ہلکی سی بات کہتا

ہے تیری خوشی شادمانی ہمارے
بچی سے تو بہت زندگانی ہمارے

بہیں ہے کوئی بھی نشانی
نہیں ہے کوئی زندگانی ہمارے

تجھے کیسے ناسمج جو بد کردی
بڑھ چاہے راجوائی ہمارے

نہ سنئے نہ سنئے خدارا نہ سنئے

بڑی دُکھ بھری ہے کہانی ہماری

یہ کٹنا بھی کیا زندگانی کا کٹن

اگر یوں کٹی زندگانی ہماری

تو یہ کی خط کیا حقیقت تو یہ ہے

نہ اس آئی ہم کو جوانی ہماری

کسی دن زمانے سے سُٹ پڑے گی

یہ قصہ ہمارا، کہانی ہماری

تو یہ حزن دیکھیں کیا رنگ داسے

یہ مسخوئیاں یہ جوانی ہماری

زندگی گویا مصیبت ہو گئی

یہ مصیبت میری راحت ہو گئی

یہ قیامت پر قیامت ہو گئی

یہ دردِ دور سے میری صورت ہو گئی

اُن کی تکیاں عینِ اوست ہو گئی

میکر سے کی راہِ جنت ہو گئی

کپ سے کیا حجب کو اُلفت ہو گئی

کس کو زندہ سے اُٹھ سے تیراں

دور سے دور سے تیرا کیوں نہ ہو

کس کا شبِ زخو و جی دیکھ سے

نہ نہ دوس سے کر دیکھ سے

نہ نہ کجاں کہ یہ دردِ جنت ہو گئی

غزل

دل کی دنیا کو جو برباد کیا کرتا ہے
اسی بے درو کو دل یاد کیا کرتا ہے

جس طرح تو ستم ایجاب کیا کرتا ہے
اس طرح کوئی بھی بیدار کیا کرتا ہے

کس قدر ظلم یہ صیت و کیا کرتا ہے
بال و پر نوح کے آزاد کیا کرتا ہے

غیب الے قلب پہاں آہستہ کیا کرتا ہے
کوئی بھی عشق میں فریاد کیا کرتا ہے

خود بھی رہتا ہے مراووں کی ہم آغوشی
ہم سے ناشاد کو جو شاد کیا کرتا ہے

ہم قدر تو فیک پر یہی دستہ نہیں علم
جس قدر تو ستم ایجاب کیا کرتا ہے

اگ لگائے نہ پھولوں میں کہیں فشاہین
س داغ سے جو تو فریاد کیا کرتا ہے

اسی بے درو کو دیتے ہوں وہیں تیرے
دل کی ہستی کو برباد کیا کرتا ہے

محرر

خبر آگیا نہ تھا کل یہ انتشار مجھے

نہ جانے آج نہیں کس لئے قرار مجھے

جہاں حسن کی راہوں کو میں سمجھتا ہوں

بتائے کماٹش کوئی اپنا راز وار مجھے

سمجھ میں کچھ نہیں آتا یہ ماجرا مجھے

کہ میرے نام سے آتا ہے اب قرار مجھے

پھر چند دنوں میں ظالم فریب الفت میں

پھر آگیا ترسے وعدے کا اعتبار مجھے

سکون و صبر ابھی میرے بجارہ جا نہیں

دل حزیں لئے جاتا ہے کوئے یار مجھے

یہی ثابت ہے ہشتاد کامیری لئے اب

سمجھ رہی ہے جو دنیا گناہ گار مجھے

ترنمیں بزمِ شیدا ہے مجھ کو صبر و سکون

ترنمیں ہی کرتا ہے بے قرار مجھے

نہیں بزمِ شیدا میں رہتا ہے بزمِ سکون

نہ جانے کس کی محبت کا ہے غار مجھے

غزل

ہو دانستہ بازئی اُنت کو بارے
وہی ہیں، وہی ہیں محبت کے بارے

میں رہوں گا اکشر نہیں سو رہوں
گواہی میں ہو جو دین چاہتا رہے

تجے بھی کبھی ہے وقت یاد آئے
وہ پر کیفت راہیں وہ رنگین تارے

حقیقت میں ان کو وہی بڑی خوشی ہے
جو بیٹھے ہوئے ہیں تمہارے سہارے

کوئی رات آرامت کا ٹٹا ہے
کوئی رات بہہ گنتا رہتا ہے تارے

نہ بے پہ بھی ہے نہ ٹھیک یہ ہے
جب کج گشت میں ہیں محنت کے بارے

یہ خود میں نے، اب اس کو دیکھ غمور
مڑی شکباری پہ لوستہ تارے

جس رات کے دن اور فرقت کی راتیں
بعد اس طرح کوئی کب تک گزارے

نہیں جان میں خمارِ حزن کے
مگر وہی رہا ہے کسی کے سہارے

زندہ دنیا کی شبِ مجھ کو نہ ہے اپنی شبِ مجھ کو
جدید دیکھوں نظر آتا ہے تو ہی جلوہ گر مجھ کو
گرا کر اپنی نشروں سے کہیں کا بھی نہیں رکھا
وفاداری کے کرنے کو دیا اچھا شہرِ مجھ کو
بکبر ایسا ہو گیا اللہ بیکار نہیں بستی سے

جدید دیکھوں نظر آتا ہے تو ہی تو نظر مجھ کو
کسی سے نہ کو دیکھتا ہے یہ اس پر نظر ڈالی
وہی ہو کر رہا جس کا کتا پہلے تو سے ڈر مجھ کو
کسی کا فرسے سیر سے نہ رہا یہاں تک ہے
زندہ دنیا کو نہ میری زندگی کی شبِ مجھ کو

نظم

عزیز کی جوانی

سہمیں لڑائی کہ جس کا سن ہے چودہ سال کا
پہرہ سے ہے نیا ہر اس کے استقلال کا

ہاں چٹے کپڑے میلے پیر جس جوانی عزیز
اس پہ بھی مستحکم لڑائی نہ سے کہ کتنی افسوس

وہ ابھی جہاں کہ ہے کارِ غور و دستِ زاری
مستندوں کی دوزخ سے تیری بس زندگی

زنگی آنکھوں میں سر کی دوزخ کی آگ
دیکھ کر جس کو کہہ رہا ہوں یہاں ہے اندر

گو کہ پہرہ نہ دے رہا ہے بھی بہارِ سالِ شباب
گو کہ ناکہ سے ہے زاری منہ پہ شہابی ہبیر

میلے کپڑوں میں جو الٹی کی اُمتنگوں کا اُبھار
چھپ نہیں سکتا کسی صورت سے قدرت کا نکھار

ہائے اس کی نرگسی آنکھوں میں عالم کیفیت کا

ہائے ان پر رنگ نظروں میں بھی عالم کیفیت کا

سیکڑوں رنجینیاں اس سادگی پر ہیں نشر

بال بکھرے مانگ ٹھٹھی ہے قیامت کا نکھار

نکھائی کیسے ہیں بنی ہیں اس کے جو کالوں میں ہیں

لاکھتی کی چوڑیاں چٹختی ہوئی ہانتوں میں ہیں

مانگ قطروں کے شادروں میں ہے ایسی فسیال

گرد ہیں جیسے ستارے بیچ میں ہے کہکشاں

بہرے تو دنیا ہے اس کی اور یہی اسباب ہے

اس پر بھی قدرت کا پودا شاد ہے شاد ہے

کیوں بھلا کتنی جوانی پر بھی ہے یہ پُر ملال

کس کی اس کو فکر یا رب کس کا اس کو ہر خیال

منہاس و فاس کی مار کی ہوئی مستانہ زود

منہاس و فاس کی سبک دہری ہوئی مستانہ زود

وہاں سے کہتا ہے یہ منظر دیکھ کر اب یوں
میں غریبوں کو کبھی یا اللہ، شہید ہو کر
راہین،

کیا کوئی چپ لب جو محنت کے باب میں

آہم کو لگوں نصیب ہو خانہ بہار
کہچے تو خیال پائے، پہنے عمر بہار

غیروں سے خود سوال بھی کرتے بدتمیز

— 22 —

وہ بھی ہے نہ کی ہے وہ بھی ہے

نابینا ہے۔

یہ سچو ہے جس نے کیا کیا

غزل

ہر آہ بے پناہ کئے جا رہا ہوں میں
ہر چیز کو گواہ کئے جا رہا ہوں میں

کیوں بار بار آہ کئے جا رہا ہوں میں
دنیا کو کیوں تباہ کئے جا رہا ہوں میں

رحمت ہے میری عام زمانے کے واسطے
اس اس پر گناہ کئے جا رہا ہوں میں

اچھا جے کہا ہے اُسے، کیا کہوں بُرا
اس واسطے تباہ کئے جا رہا ہوں میں

اک بی وفا کی یاد ستاتی نہیں اگر
پھر کیوں یہ آہ، آہ کئے جا رہا ہوں میں

اپنی تباہیوں کا کوئی غم نہیں مجھے
تجدید رسم و راہ کئے جا رہا ہوں میں

موس کے غرور ہوا ہے مجھے خار
ہر دم جو آہ، آہ کئے جا رہا ہوں میں

غزل

اب تو خوشی میں رنج ہے رنج میں ہے خوشی مری
 مجھ سے نہ پوچھ کس طرح کشتی ہے زندگی مری
 تیرا ملال غم مرا، تیری خوشی خوشی مری
 یہاں تو یہ ہے کہ بے وفا تجھ سے ہے زندگی مری
 قصہ غم سناؤں کیا بندہ نواز آپ کو
 خود سے بھی بے خبر ہوں میں اتنی ہے بخود مری
 اب تو خدا کے واسطے دستِ کرم دراز کر
 میری نظر سے ہے عیاں بزم پہ بے بسی مری
 غم سے رہوں میں ہمکنار رنج و ملال ہوں سدا
 مجھ کو نہ ہو خوشی نصیب ہے یہی اب خوشی مری
 وعدے پہ ان کے اعتبار کر لیا ہے خمار زار
 ہائے رے میرے اعتبار ہائے ری سادگی مری

غزل

نہ جانے کیا ہے جو دن رات میں آنسو بہاتا ہوں
 نہ جانے کیوں میں اپنی زندگی بے کیف پاتا ہوں
 خدا شاہد ہے جب میں داستانِ غم سناتا ہوں
 تمہیں کیا سارے عالم کو یونہی بے خود بناتا ہوں
 میرے افسانہ غم کی کہانی مختصر یہ ہے
 تمہیں جب یاد کرتا ہوں تو خود کو بھول جاتا ہوں
 مری الفت تو ظاہر ہے مری اس خوفناکی سے
 تجھے بھی بے وفایت لاکھیں ہیں یاد آتا ہوں
 کسی کے ظلم سہہ سہہ کر میں عاوی ہو گیا ایسا
 کہ اب تو رنج کے عالم میں بھی میں مسکراتا ہوں
 فغاں ہو دور ہو، غم ہو، الم ہو بیقراری ہو
 تجھے جب دیکھ لیتا ہوں، تو سب کچھ بھول جاتا ہوں
 مری قسمت کی خوبی ہے خمار اب اور کیا کہئے
 وہی دشمن نکلتا ہے جسے اپنا بناتا ہوں

عید

نہ ہو جس کو ممکن تری دید پیارے
 یہ ہے عید اس کی کہاں عید پیارے
 مری حالت زار سے خود عمیاں ہے
 کہ گزری ہے جیسی مری عید پیارے
 اُسی کی خوشی ہے اُسی کی مسرت
 میسر ہے جس کو تری دید پیارے
 خمارِ حزیں کی بھلا عید ہی کیا
 مبارک، مبارک تجھے عید پیارے
 تمّت بالخیر